جلد (۱) | یوم جمعہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۵۶ء | شمارہ ۵۱

قرآنی انقلاب

(۲)

حاکمیت صرف خدا کی ہے

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

معبود صرف اللہ ہی ہے۔ قانون اُسی کا چلتا ہے۔ پس اس کے سوا کوئی بھی اس نظام میں اپنی حاکمیت اعلیٰ SOVEREIGNTY قائم کرنے کا حق دار نہیں ہے۔ تمام قانون چلانے والے اللہ کے نائب ہو کر کام کر سکتے ہیں۔ اَلْمَلِکُ: ملک اُس کا ملک اُس کی ہے۔ اس لئے وہی مَلِک ہو سکتا ہے۔

برہمنیت کا خاتمہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

اَلْقُدُّوْسُ: کسی شخص کو اس نئے نظام میں مقدس مان کر اسے خدا کا قائم مقام نہیں مانا جا سکتا۔ ورنہ وہی برہمنیت BRAHMANISM اور پاپائیت PAPAISM پیدا ہو جائیں گے۔ جن کے استیصال کے لئے یہ نظام قائم کیا جا رہا ہے۔ قدوس فقط ایک خدا ہی ہے۔

قرآنی تحریک ہمیشہ کامیاب رہے گی

اَلسَّلَامُ: چیزوں کو سلامتی کے ساتھ ترقی کی انتہا تک پہنچانا، ثمرات پیدا کرنا، تحریکوں کو کامیاب بنانا اللہ کا کام ہے۔ جو السلام ہے۔ انقلاب کے تمام نتائج پہلے ہی دن نہیں نکل آتے۔ بلکہ بتدریج نکلتے ہیں۔ بعض نتائج سو سال کے بعد نکلتے ہیں۔ اور بعض اس سے بھی بعد نکلیں گے۔

یہ پروگرام قیامِ انسانیت کے خاتمے تک اپنے نتائج پیدا کرتا رہے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جو سلام ہے اسے ہمیشہ سالم رکھنا چاہتا ہے۔ تمام ادیان شروع شروع میں اچھی حالت میں تھے۔ مگر قوموں کے تداخل سے مضر بن گئے۔ مگر اسلامی تحریک کا ہوکہ ایسا محفوظ کر دیا گیا ہے کہ اس میں کوئی دوسری چیز مخلوط ہی نہیں ہو سکتی۔ یہ خداوند تعالیٰ کے اسم السّلام کا اثر ہے۔ اس لئے یہ تحریک ہمیشہ کامیاب رہیگی

قرآنی انقلاب کے نتائج

۱۔ امن۔ اَلْمُؤْمِنُ: اس تحریک کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ملک بھر میں امن پیدا ہو جائے گا۔

۲۔ تحفظ نتائج: اَلْمُهَيْمِنُ: جتنے داروں کے حصے محفوظ رہیں گے۔ ان کی کوششیں رائگاں نہ جائیں گی۔ اور وہ اپنی مساعی کے نتائج سے اس دُنیا میں یا آخرت میں ضرور بہرہ اندوز ہوں گے۔

۳۔ عزت۔ اَلْعَزِيْزُ: اس تحریک میں کام کرنے والے عزت مند رہیں گے۔ انہیں عزت دی جائے گی۔

۴۔ غلبہ۔ اَلْجَبَّارُ: اس تحریک میں کام کرنے والوں کو غلبہ دیا جائے گا اور وہ زبردست بنا دئے جائیں گے۔

۵۔ بڑائی۔ اَلْمُتَكَبِّرُ: اس تحریک میں کام کرنے والے بڑے بنا دئے جائیں گے

ان کا منبع صرف خدا ہے

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ: یہ تمام خوبیاں جو اس تحریک میں کام کرنے والوں میں پیدا ہوں گی۔ اور تمام فوائد جو انہیں حاصل ہوں گے ان کا منبع و مصدر ذاتِ الٰہی ہی کو سمجھنا چاہئے صفات اُس کا پرتو ہیں۔ اور یہ انعامات اسی کی طرف سے ہیں۔ ان کے عطا کرنے میں کسی انسان یا فرشتے کو شریک نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ قانون دینے میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا انسانیت کے لئے خطرناک ہے اور اس کے اخلاق کو تباہ کر دینے والا فکر ہے۔ خدا کو مالک الملک مان لینے کے بعد کسی اور کو اُس کا شریک نہیں بنایا جا سکتا۔ کیونکہ اسے کسی شریک کی ضرورت نہیں ہے۔ دشمن اللہ ملّتِ حنفیہ کا قلب یہ ہے۔ لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک، والملک لاشریک لک گویا الحمد النعمۃ اور الملک صرف خدا کے لئے ہیں اور کوئی اُس کا شریک و سہیم نہیں ہے۔

کیا کوئی نیا نبی آئے گا؟

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

اس تحریک کی کامیابی کے بعد آگے کیا دور شروع ہوگا؟ کیا کوئی نیا نبی آئے گا؟ جس کا انتظار کرنا چاہیئے۔ کیا وہ عالمگیر انقلاب کے لئے کوئی نئے اصول لے کر آئے گا؟ ہماری سمجھ یہ ہے کہ یہ تحریک کسی نئے نبی کا انتظار نہیں سکھاتی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیتی ہے۔ تو کیا دُنیا اب ایک ہی ڈھنگ پر چلتی رہے گی؟ اگر دنیا میں تبدیلیاں آئیں گی تو ان کے مطابق نئے نظام بھی آنے چاہئیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ قرآن حکیم جو نظام لے کر آیا ہے۔ وہ تمام اقوام کے لئے قیامت تک کے لئے کافی ہے۔

اَلْخَالِقُ: چونکہ اللہ خالق ہے اس لئے نئی نئی چیزیں پیدا ہوتی رہیں گی (یخلق ما لا تعلمون النحل) ان سے بڑے بڑے کام جنہیں پہلی قومیں نہیں کر سکیں۔ آسان ہو جائیں گے۔ خلق کے معنی ہیں۔ ایک

(باقی [illegible])

حکایاتِ صالحین (ماخوذ)

سیّد عبدالقادر جیلانی خامسؒ رحمۃ اللہ علیہ

(قسط نمبر ۲)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو خدام الدین مورخہ ۷ ار فروری ۵۶ء)

کہتے ہیں۔ حضرتؒ نے کالے پہاڑ میں تین چلّے ادا فرمائے پھر اس سے فارغ ہو کر آپ بلخ و بخارا کی طرف تشریف لے گئے۔ پھر یہاں سے کوچ فرما کر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے نجف میں وارد ہوئے۔ وہاں ایک چلہ ٹھہر کر عازم حج ہوئے۔ بعدہ روزہ مطہرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اسی اثناء میں آپ کے والد ماجد کے دل کو اپنے لختِ جگر کی نظروں سے دوری کی وجہ سے بہت اضطراب و قلق ہوا تو آپ (والد ماجد) نے مرشدنا سیدنا محمد حسین رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اضطراب و قلق کا ذکر کیا۔ حضرت مرشدنا سیدنا محمد حسینؒ نے اُن کو یثرب میں تلاش کرنے کا حکم فرمایا۔ ساتھ چند نشانات بھی بتائے کہ پیر صاحبؒ ایک ایسے درخت کے سایہ میں ہوں گے جس کا پھل نقرئی ہوگا۔ آپؒ کے والد بزرگوار حسب الارشاد (سیدنا محمد حسینؒ) اپنے فرزند جگر پیوند حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی تلاش میں روانہ ہوئے اور اپنے لختِ جگر کو اُس درخت کے نیچے سوتے ہوئے پایا۔ دیکھ کر آپ خدائے قدوس کا شکر بجا لائے۔ جب آپ جاگے تو والد بزرگوار اور فرزند ارجمند بغلگیر ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار نے تمام احوال کہہ سنائے۔ پھر وہاں سے ہر دو بزرگ اپنے اصلی وطن بغداد شریف پہنچے آپ (حضرت عبدالقادر جیلانیؒ) چند روز وہاں قیام فرما کر اپنے مربّی (پیر و مرشد) کمرمؒ کی صحبت بابرکت سے محظوظ ہوتے رہے۔ انہی ایام میں آپ کے والد ماجد کے وصال کا وقت قریب آیا اور آپ اپنے صاحبزادہ کو داغِ مفارقت دے گئے۔ اس واقعہ سے جنابؒ بہت غمگین ہوئے روایت ہے کہ آپ نے چند روز کے بعد ہندوستان کا رخ فرمایا۔ اور اس ظلمت کدہ کو اپنے انوار و فیوضات سے منوّر و مزیّن فرمایا۔ آپؒ لاہور بھی تشریف لائے اور مغل پورہ میں قیام فرمایا۔ چند روز تو لوگوں کو آپ کے کمالات کا علم نہ ہوا۔ مغلپورہ میں ایک برہمن شعبدے دکھایا کرتا تھا۔ مثلاً اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتا تو اس سے نقد جواہر و لعل گرنے لگ جاتے۔ یہ اس کی کرامت سمجھی جاتی تھی۔ محمد شاہ بادشاہ اور معتمدان سلطنت مشیران حکومت سب اس کی کرامت کے معتقد ہو کر اس کی از حد تعظیم و تکریم کرتے تھے اور ان کو بمنزلہ مرشد تصوّر کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ ان کو اپنی جادو بیانی سے فریفتہ اور شیدا کئے رکھتا تھا۔ حضرتؒ ایک روز شہتوت کے خشک درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے۔ وہ درخت خدا کی قدرت سے سرسبز و شاداب ہو گیا۔ تمام شہر میں اس کا چرچا ہو گیا۔ کہ کسی فقیر نے فلاں خشک درخت کو سرسبز و شاداب کر دیا ہے۔ حسب معمول اس وقت بادشاہ سادھو کی ملاقات کے لئے جا رہا تھا۔ کہ اُس کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچی۔ شاہ نے حضرتؒ کی خدمت میں اپنا ملازم بھیج کر عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہو کر ثواب دارین حاصل کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں ایک درویش اور غریب الوطن شخص ہوں اور آپ ایک بادشاہ ہیں۔ جدھر جا رہے ہیں تشریف لے چلیں۔ فقیر خود وہاں حاضر ہو جائے گا۔ چنانچہ بادشاہ والا جاہ سادھو سے ملاقی ہوئے۔ اس جگہ سب انتظام شاہی تھا۔ تخت پر بادشاہ اور سادھو ہمنشین ہوئے۔ دیگر وزراء اور امراء اپنی اپنی جگہوں پر ابھی بیٹھے ہی تھے کہ اتنے میں فقیر (سید عبدالقادرؒ) تشریف فرما ہوئے۔ سب لوگ تعظیم کے واسطے کھڑے ہو گئے۔ حضرت ایک طرف بیٹھ گئے۔ سادھو کو حضرت کی تعظیم پسند نہ آئی۔ جھنجھلا کر بولا کچھ دیکھو یا دکھلاؤ۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں تو فقیر ہوں تم ہی کچھ دکھلاؤ۔ حسب دستور ایک طشت منگوایا اور داڑھی پر ہاتھ پھیرنے لگا مگر کچھ نہ آیا۔ آپ نے فرمایا پھر داڑھی ہلاؤ۔ پھر بھی کچھ نہ آیا۔ اسی طرح تین بار کیا مگر نور کا مقابلہ نار کب کر سکتی ہے۔ ہر بار برہمن سادھو شرمندہ ہوا۔ اس وقت فقیر (پیر خامس علیہ الرحمۃ) جوش میں آ کر فرمانے لگے اگر تم داڑھی کو جڑ سمیت بھی اکھاڑ دو تو بھی اب کچھ نہیں آ سکے گا۔ پھر آپ یوں گویا ہوئے فقیر کے سامنے کیا مجال ہے کہ جنات آئیں۔

محمد شاہ اسی روز سے آپؒ کے زمرہ معتقدین میں داخل ہوا اور دست بستہ ہو کر عرض کی کہ جو جگہ پسند خاطر ہو وہاں قیام فرمایئے۔

آپ نے خطپور (سندھ) کو پسند فرمایا۔ بادشاہ نے فی الفور پرگنہ مذکور کی جاگیر پر مہر شاہی ثبت کر دی۔ شاہانِ سلف کی وہ اسناد جن میں انہوں نے حضرت اور آپ کی اولاد کی خدمت میں جاگیرات پیش کی ہیں اب تک لنگر میں موجود ہیں۔

کہتے ہیں آپ ایک اور جگہ تشریف لے گئے (اجمیر شریف) وہاں ایک چلہ تمام کر کے احمد آباد واقع گجرات میں تشریف لے گئے پھر واپس خطپور (سندھ) میں آ گئے۔

ایک دفعہ اسی طرح جنابؒ کی خدمت میں ایک کیمیا گر نے حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ کسی صاحبزادہ یا فقیر کو میرے سپرد فرمائیں تاکہ میں اُس کو کیمیا سکھا دوں۔ اسی اثناء میں پیر صاحب برائے رفع حاجت تشریف لے گئے اور اسی کیمیا گر کو کہا کہ ایک کلوخ (ڈھیلا) لاؤ۔ اس نے کلوخ حاضر کیا۔ بعد از رفع حاجت وہ کلوخ آپ نے ایک لکڑی پر دے مارا۔ بحکم خداوند تعالیٰ وہ ڈھیلا سونا بن گیا۔ اور کیمیا گر سے فرمایا کہ فقیر کو تو یہی نسخہ معلوم ہے۔ زیادہ تکلیف کی حاجت نہیں۔ کیمیا گر قدموں میں گر پڑا اور زار زار رویا اور کہنے لگا کہ جہاں نظر کیمیا اثر ہو وہاں نسخہ کی کیا ضرورت ہے۔

وفات

گلزار قادری میں لکھا ہے کہ آپ کی وفات ۱۱۹۱ھ میں واقع ہوئی اور مزار مبارک پیر کوٹ سدھانہ سیال ضلع جھنگ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

بقیہ قرآنی انقلاب (ص ۱ سے آگے)

چیز سے دوسری چیز بنانا یہ نظامِ کائنات اس طرح چل رہا ہے کہ ایک نظام اپنے مابعد نظام کے لئے انڈے کا کام دیتا ہے۔

اَلْبَارِئُ:- ان میں نئی نئی استعدادیں پیدا کرتا رہے گا۔

اَلْمُصَوِّرُ:- اللہ تعالیٰ اس انڈے کو نئی نئی صورتیں دیتا رہے گا۔

لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى:- وہ اپنی صفاتِ حسنہ سے ہر وقت کام لیتا رہے گا۔ اس نظام میں کسی نئے اضافے کی ضرورت نہیں ہے، جو نظام آ چکا ہے یہ کافی ہے۔ اب انسانیت بہ اعتبار آلات ترقی کرے گی۔ اصول انسانیت قرآن حکیم میں منضبط ہو چکے ہیں۔ انسانیت ہمیشہ ان کی مدد سے اپنے اندر انقلابات پیدا کرتی رہے گی۔ اس لئے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح اس انقلاب کو قیامت تک کامیاب بنایا جاتا رہے۔

نئے نظام کی خوبیاں

يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

آسمان و زمین کی تمام چیزیں اپنی ساخت میں بالکل بے عیب ہیں اور قواعد مسلمہ کے اندر کام کر رہی ہیں۔ پس وہ خدا جس نے یہ نیا نظام دُنیا کو دیا ہے اس نئے نظام کو بے عیب طور پر انسانیت کو دے رہا ہے۔ اب اس کے ذریعے سے انسانیت کو عزت حاصل ہوگی۔ کیونکہ یہ نظام حکمت پر مبنی ہے اور انسانیت کو حکمت سکھاتا ہے۔ یہ عزت و حکمت

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۱ | یوم جمعہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۵ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۵۶ء | شمارہ ۵۱

ہماری آئندہ نسل کا تعلیمی مستقبل

اخبارات یہ کوئت وہ خبر بار بار چھاپ رہے ہیں کہ چھٹی جماعت میں داخلہ کے لیے ہزارہا بچے سرگرداں ہیں۔ والدین بچوں کے تاریک مستقبل پر پریشان ہیں۔ اس صورت حال کی ایک وجہ اسکولوں میں جگہ کی قلت بتلائی جاتی ہے اور دوسری وجہ بچوں کی تعداد کے مقابلہ میں مدرسوں کی کمی ہے۔ سرکاری سکولوں میں بچوں کو داخل کرانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ داخلہ ممکن نہیں جب تک بقول شخصے نیچے کے نگیں ہیں کسی وزیر صاحب کا سفارشی کارڈ آویزاں نہ ہو۔ نیم سرکاری سکول کہاں تک بچوں کو "جذب" کر سکتے ہیں؟ وہاں بھی سفارش اور اثر و رسوخ جیسی قبیح رسومات سے کام چلتا ہے ان کا داخلہ ایسے ہی سکولوں میں ممکن رہ جاتا ہے۔ جن کا مقصد خالصتاً تجارتی ہوتا ہے۔ غیر منظور شدہ ہونے کی وجہ سے انہیں کسی قسم کی پابندی اور قواعد و ضوابط یا تربیت یافتہ استاد رکھنے کا لحاظ نہیں ہوتا۔ تجارتی اصولوں پر ایسے ادارے خوب اشتہار بازی کرتے ہیں۔ کامیاب کرانے کی گارنٹیاں پیش کرتے ہیں اور خوب لوٹ مچاتے ہیں۔ بچوں کو ایسے اداروں میں نہ کسی قسم کا خوف ہوتا ہے۔ اور نہ اُن کا ماحول ہی تعلیمی ہوتا ہے۔ سکولوں کے مالکان ماہانہ فیس بٹورنے کے بعد بچوں کی تعلیم سے قطعاً بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ سرپرست اور ڈرانٹ ڈپٹ بچوں کو اس لیے نہیں کرتے کہ انہیں اپنا گاہک خیال کرتے ہیں اور ہر قیمت پر ان کو راضی رکھنا ان کا نصب العین ہوتا ہے۔ نتیجہ والدین کی کمائی اور بچہ کی قیمتی عمر کی بربادی ہوتا ہے۔

مدرسوں کی کمی کے مسئلہ کو دو چار افراد یا ایک آدھ انجمن تو حل نہیں کر سکتی۔ یہ کام تو فقط قومی حکومت کا ہے۔ اور ایسی صورت حالات سے دو چار ہونے کے لیے پیش از وقت تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری رائے میں سردست بچوں کے داخلہ کا فوراً انتظام کیا جائے۔ اگر مکانات کی قلت ہو تو موجودہ سکولوں میں ۵، ۵ گھنٹے پر مشتمل دو اوقات تدریس مقرر کر دئیے جائیں۔ اس طریقہ سے ایک سکول اپنی وسعت سے دو چند بچوں کو تعلیم دے سکتا ہے۔ اساتذہ بھی مل سکتے ہیں۔ اور فیس سے خرچ بھی پورا ہو سکتا ہے۔

مگر ہمیں ساتھ ساتھ سوچنا پڑے گا کہ کب تک ہم ان عارضی انتظامات پر مدار کر سکتے ہیں؟ کیا موجودہ نظام تعلیم صحت مند اور باروزگار معاشرہ کو جنم دے رہا ہے؟ یا بیکاری اور بے روزگاری میں پیہم اضافہ کر رہا ہے۔ قارئین کرام مؤخر الذکر رائے سے اتفاق کریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے بچوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو ایک ہی قسم کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ ایسے تعلیم یافتہ کی کھپت تو فقط دفاتر ہی کر سکتے

ہیں۔ اور وہاں نئے آدمی کو جگہ حاصل کرنے کے لیے عام حالات میں ۲۵ یا ۳۰ سال انتظار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ۲۵ یا ۳۰ سال سے پہلے آدمی کی ملازمت سے سبکدوشی ہوتی ہے۔ اور اس طرح اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۲۵ سالوں میں ۲۵ گنا آدمی بیکار ہونگے ان حالات کو دیکھ کر یہ کہنا پڑے گا۔ کہ مروجہ نظام تعلیم میں بنیادی انقلاب کی ضرورت ہے۔ ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ ہمارے ملک کی صنعت و حرفت جاہل اور تعلیم سے بے بہرہ کاریگر کے ہاتھ میں ہے۔ جس کی وجہ سے نہ تو جلد ترقی ممکن ہے اور نہ ہی کسی قسم کا معیار ہے اگر آئندہ ان کی جگہ لینے کے لئے ہم تعلیم و تربیت یافتہ کاریگر پیدا کریں تو صنعتی انقلاب رونما ہو سکتا ہے۔ اور ہماری صنعت دوسرے ممالک کی صنعت کا مقابلہ کر سکے گی۔ خام مال ہمارے پاس موجود ہے اور اس قدر ہے کہ نہ صرف ہمارے زیادہ سے زیادہ تعداد میں کارخانے بخوبی چلانے کے لیے مکتفی ہو سکتا ہے۔ بلکہ کافی حصہ برآمد کر کے وہ اشیا بھی درآمد کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے ملک میں پیدا نہیں ہوتیں۔

موجودہ حالت نہایت حوصلہ شکن ہے۔ غیر فنی تعلیم بیکاری کی مشین ہے۔ یہ مسئلہ خارجی اور دفاعی مسائل سے بھی زیادہ اہم ہے۔ ملک کی سالمیت اور بقا کا دار و مدار عوام کی خوشحالی اور فارغ البالی پر ہوتا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ اپنے تمام وسائل کو اس مسئلہ کے حل کرنے کے لئے بروئے کار لائے۔ فنی تربیت کے آلات و اوزار مہیا کرنے کے لئے زر مبادلہ زیادہ سے زیادہ اکٹھا کرے۔ اپنی سفارتی خانوں کے اخراجات کو کم کرے۔ منصبوں کے مشاہرے گھٹائے اور ان کے عہدوں کی تعداد کم کرے۔ ملک میں سامان تعیش یا ایسا سامان جو صرف چند افراد کو منفعت بخشے درآمد نہ ہونے دے۔

(باقی صفحہ ۸ پر)

روزے کا زندگی پر اثر

از ——— حکیم شمس الدین احمد قریشی ٹیکسلا۔ صدر تنظیم اہل سنت الجماعت حسن ابدال

روزہ تین طرح کا ہوتا ہے۔ عام روزہ، خاص روزہ، خاص الخاص روزہ، عام روزہ تو یہ ہے۔ کہ پیٹ کو اور شرمگاہ کو خواہشات سے روکے، خاص روزہ یہ ہے کہ کان آنکھ، زبان، پاؤں اور تمام اعضاء و جوارح کو ہر قسم کے معاصی سے باز رکھے۔ خاص الخاص روزہ یہ ہے کہ اپنے نفس کو دُنیوی افکار اور ذلیل خواہشات اور ماسوا اللہ کے تعلق سے پاک رکھے، دُنیا اور ماسوا اللہ کے ذکر سے یہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے البتہ وہ افکار و خیالات جو آخرت کی یاد میں مد و معاون ہوں وہ روزہ ہی میں شامل ہوں گے۔

جس طرح روزہ کے تین مراتب ہیں، اسی طرح روزہ رکھنے والے مؤمنین کے بھی تین مراتب ہیں عام مومنین، خاص مومنین، خاص الخاص مؤمنین۔ عام مومنین کا روزہ خورد و نوش سے پرہیز کا نام ہے۔ خاص مؤمنین علماء اولیاء صالحین کے ہاں کان، زبان، آنکھ وغیرہ اعضاء کے روزے کا نام روزہ ہے، یعنی غیبت، جھوٹ، فحش گوئی، فحش بینی وغیرہ بھی روزے کو ضائع اور بے سود کرنے والی اشیاء ہیں۔

خاص الخاص مومنین انبیاء علیہم السلام ہیں جن کے ہاں مذکورہ امور سے بڑھ کر ماسوا اللہ کا تعلق اور اور نفس کی ذلیل خواہشات اور افکار دنیوی بھی روزہ کے منافی ہیں۔

روزے کا مقصد

روزے کی غرض و غایت تقویٰ ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ الآیۃ البقرہ۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! روزہ تم پر اُسی طرح فرض ہوُا۔ جس طرح تم سے پہلی قوموں پر فرض کیا گیا۔ تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

تقویٰ اہل لسان کے نزدیک بچنے، محفوظ رہنے اور پرہیز و لحاظ کرنے کا نام ہے (اساس المنجد) اور اسلامی اصطلاح میں اس طاقت و کیفیت کا نام ہے جو خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین پیدا کرکے خیر پر آمادہ کرے اور شر سے باز رکھے اور قلب پر ایک غیر مرئی طاقت کے دائمی پہرے کا احساس پیدا کرے

روزے کے اثرات میں تفاوت

جس طرح روزے دار حضرات تین جماعتوں پر منقسم ہیں، ایسا ہی روزے کے ثمرہ (تقویٰ) کی بھی تین ہی قسمیں ہیں۔ عام تقویٰ، خاص تقویٰ، خاص الخاص تقویٰ۔

عام تقویٰ یہ ہے۔ کہ ایک مومن کفر و شرک سے اور واضح و بیّن محرمات سے محفوظ اور بچا رہے۔

خاص تقویٰ یہ ہے کہ تمام کبائر سے اور مشتبہات سے بھی محفوظ و مامون رہے، یہ اولیاء اللہ اور علمائے صالحین کا تقویٰ ہے۔

خاص الخاص تقویٰ یہ ہے کہ کبیرے اور صغیرے تمام قسم کے گناہوں اور بشری لغزشوں سے بشر ہوتے ہوئے پاک ہوں، یہ درجہ صرف انبیاء علیہم السلام کے لئے ہے

تقویٰ کے تفاوت سے انعام میں تفاوت

تقویٰ کا ثمرہ و نتیجہ جنت ہے ارشاد ہوتا ہے:۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ جنت متقی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

جنت کے مراتب و درجات بھی متفاوت ہوں گے عام مؤمنین کے لئے اور خواص کے لئے اور خاص الخاص حضرات کے لئے سب سے اعلیٰ درجہ ہوگا۔

دیدارِ الٰہی میں تفاوت

مراتب مذکورہ کا اثر دیدارِ باری تعالیٰ پر پڑیگا کچھ حضرات شب و روز اس نعمت سے لطف اندوز ہوں گے اور کچھ دوسرے حضرات کو ہفتہ کے بعد لذتِ دیدار سے ہمکنار ہونے کا موقع ملے گا۔

تقویٰ روزے سے پیدا ہوتا ہے

روزے سے انسان کے اندر تقویٰ اور خواہشات نفسانی پر قابو پانے کی طاقت پیدا ہوتی ہے یوں تو انسانی ضروریات اور خواہشات کا طویل تانا ہے۔ مگر حیوانی ضروریات کا جن چیزوں پر دارو مدار ہے وہ فقط تین ہی ہیں۔

کھانا اور پینا

نر اور مادہ کا تعلق۔ کام کے بعد آرام، کھانا پینا اس لئے کہ اس کی جان میں طاقت رہے اور وظیفۂ حیات کو ادا کر سکے۔ نر اور مادہ سے تعلق اس لئے کہ اس کی موت کے بعد اس کی نسل و جنس کا وجود دنیا میں باقی رہے، کام کے بعد آرام اس لئے کہ ہر حیوان کا معمول ہے کہ کچھ وقت اپنے کھانے پینے اور بقائے نسل کے لئے عمل کرے اور اس کے بعد اپنے مکان و بل و غار و آشیانہ میں آرام پذیر ہو کر آنے والے دن کے لئے تازہ دم ہو جائے۔ مگر انسان اور باقی حیوانات میں ان تین ضرورتوں کے پورا کرنے میں یہ فرق ہے کہ انسان کے پاس انہیں ترقی دینے کے لئے وہ وہ وسائل ہیں جو باقی حیوانات کے پاس نہیں ہیں مثلاً حیوانات بھی کھاتے اور پیتے ہیں مگر ہزارہا اقسام اور اشکال کے متنوع ماکولات و مشروبات کا وہ بیچارے تصور تک بھی نہیں کر سکتے۔ اور ایسا ہی افزائش نسل کے لئے نر و مادہ کے تعلق والی دوسری ضرورت کی آگ کو بھڑکانے کے لئے انسان نے وہ وسائل پیدا کئے ہیں کہ جن کا خیال تک بھی حیوانات کو نہیں آ سکتا۔

اور یہی حال ہے تیسری ضرورت آرام بعد از کام کا۔ اسلام نے روزہ کے ذریعے سے ان تینوں خواہشات کو روحانیت کے تابع کرنے کا نظم فرمایا ہے، سال میں ماہ مبارک کے ۷۲۰ گھنٹوں کی طویل عبادت کا حکم کہ طلوع صبح سے غروب آفتاب تک کھانا پینا اور جنسی خواہش کو پورا کرنا حرام ہے۔ اور یہ بھی ایسی حالت میں کہ بھوک اور پیاس ستا رہی ہے۔ لذیذ کھانے اور نفیس مشروبات موجود ہیں۔ نوجوان مرد و زن اکٹھے رہتے ہیں۔ کوئی دیکھنے والا بھی نہیں، مگر پھر بھی ایک مومن خواہش نفس کے سر پر تازیانۂ خوفِ خدا مار کر اس کے تمام تقاضوں کو ٹھکرا دیتا ہے۔ اب جب غروب آفتاب ہوُا، دن بھر کے کام کی تھکاوٹ ہے روزہ کی وجہ سے بدن میں ضعف آ گیا ہے۔ مگر مسلمان مادۂ حیوانیت کی سرزنش، قیام لیل تراویح کی بیس رکعت کا اضافہ کرکے ثابت کر دیتا ہے کہ اے نفس میں تیرا فرمانبردار و بندہ نہیں۔ خدا کا ہوں۔ تیری نہیں خدا کی مانوں گا۔

روزہ کے باوجود تقویٰ سے محرومی

ہم ہر سال رمضان کے روزے رکھنے کے باوجود روزے کی اصلی غرض و غائت سے تقریباً پچانوے فیصدی مسلمان محروم ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ ہر کام کے لئے کچھ اصول و قاعدے ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق عمل کیا جائے تو نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہوتا ہے۔ اور بے قاعدگی کی شکل میں بجائے فائدے کے اُلٹا

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

مسلمانوں پر بحیثیت مسلمان ہونے کے ذمہ داری

یہ وُہ خطبہ ہے جو حضرت مولانا **احمد علی** صاحب نے انجمن حمائت اسلام کے سالانہ جلسے میں پڑھا

صدر محترم اُور معزز حاضرین۔ انجمن حمایت اسلام کے بانی حضرات کے اخلاص کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ اُنہوں نے آٹے کی مُٹھیاں اپنے گھروں سے جمع کرکے مسلمانوں کی عِلمی بہتری کے لئے پودا لگایا تھا۔ آج وہ ایک ادارہ کی صورت میں لاکھوں روپوں کی جائیداد کا مالک ہے اُور ان کی انگی کی تحویل میں لاہور ہی میں ایک اسلامیہ کالج مردانہ، ایک اسلامیہ کالج زنانہ اُور تین ہائی سکول ہیں۔ جو شیرانوالہ دروازہ ہائی سکول اُور وطن ہائی سکول اُور بھاٹی دروازہ ہائی سکول کے ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ جن میں مسلمانوں کے ہزاروں بچے تعلیم پا رہے ہیں۔ اُور اس انجمن کے فیض یافتہ نوجوان بیسیوں کی تعداد میں سرکاری عہدوں میں ممتاز آسامیوں پر جاگزین ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ انجمن حمائت اسلام کی ترقی کے دو سبب ہیں۔ پہلا بانیان انجمن کی مخلصانہ جدوجہد جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اُور دوسری انجمن حمائت اِسلام نے مسلمانوں کے یتیم بچّوں اور بچّیوں کی خدمت جو اپنے ذمّہ لی ہوئی ہے۔ اِس خدمت کے صلہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہماری انجمن کو بہت برکت عطا فرمائی ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ ہمیں اُور ہماری نسلوں کو اپنے بزرگوں کی اِس امانت کو قیامت تک محفوظ رکھنے کی توفیق عطا ہو۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

کس اِسلام کی حمائت

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اصلی اُور محمّدی اسلام کے علاوہ اِسلام کی بہتّر قِسمیں اُور بھی پیدا ہوں گی۔ اگرچہ ان قِسموں والے بھی اپنے آپ کو مسلمان ہی کہیں گے مگر وہ اصلی نہیں ہوں گے، اصلی اِسلام کا سنگِ بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا ؟ **ترجمہ**: مَیں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ لاہور کے قیام کے بعد بانیان انجمن میں سے مجھے ایک بزرگ حاجی شمس الدین صاحب مرحوم سے بعض اَوقات ملنے کا اتفاق ہوتا رہا ہے۔ بحیثیت بانی ہونے کے ان کا مزار بھی اسلامیہ کالج کے احاطہ میں موجود ہے۔ میں نے انہیں اس اسلام کا پابند پایا تھا جیسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اسلام۔ ما انا علیہ و اصحابی فرمایا تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ بانیانِ انجمن حمائت اسلام نے اصلی۔ کھرے اُور سچّے اسلام کی حمائت کے لئے یہ پودا لگایا تھا۔ اَللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وانت خیر الرّحمین

اصلی اِسلام کا منبع

اصلی اسلام کا منبع قرآن مجید ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اعلان فرماتا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحٰفظون ہ (سورہ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴)

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے ذکر (قرآن مجید) کو نازل فرمایا ہے اُور بیشک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

کِس کِس چیز کی حفاظت

اللہ جل شانہٗ کی حفاظت کی ذمّہ داری میں مندرجہ ذیل چیزیں آ جائیں گی:۔

(۱) اس کے نقوش (۲) اِس کے "تلفّظ (۳) اس کے معانی (۴) اس کے مطالب (۵) اس کے مصالح (۶) اس کے حکم۔ غرضیکہ اس کے قال اُور اس کے حال سب کی حفاظت کی ذمّہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے۔ الحمد للہ آج ۱۳۷۵ھ تک یہ سب چیزیں محفوظ ہیں۔ اُور ہمارا ایمان ہے کہ قیامت تک محفوظ رہیں گی۔

اِحسان فراموشی ہوگی

اِس سلسلۂ تحفظ میں اگر ان مبارک ہستیوں کا ذکرِ خیر نہ کیا جائے۔ جن کی محنتِ شاقہ کی برکت سے موجودہ دَور کے مسلمانوں تک یہ چیزیں پہنچی ہیں۔ تو یہ فرو گذاشت یقیناً احسان فراموشی ہوگی۔ ان حضرات کی فہرست جن کے ذریعہ سے قرآن مجید آج تک محفوظ رہا ہے۔

۱۔ عربی رسم الخط میں لکھنے والے کاتب

اللہ تعالیٰ ان کاتبوں کی قبروں پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے نسلاً بعد نسل اس عربی رسم الخط کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جس میں کہ قرآن مجید زمانۂ رسالتمآب میں لکھا گیا تھا

۲۔ تلفّظ کی حمائت کرنے والے

اللہ تعالیٰ ان ناظرہ قرآن مجید پڑھانے والے اساتذہ کرام اُور حفّاظ قرآن مجید کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ جن کی برکت سے نقوشِ قرآن کا صحیح تلفّظ محفوظ رہا ہے۔

۳۔ معانی اُور مطالب کی حفاظت کرنیوالے

اللہ تعالیٰ ان علمائے کرام کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ جن کی محنتِ شاقہ سے قرآن مجید کے معانی اُور مطالب محفوظ رہے۔ اوّل ان حضرات نے اپنی عمرِ عزیز کا کافی حِصّہ صرف کرکے اپنے اساتذہ کرام سے قرآن مجید کے مطالب سمجھے اس کے بعد آئندہ آنے والی نسل کو وہ سمجھائے

۴۔ مسلمانوں پر محدّثین کا احسان

برادران اِسلام یہ ہمارا ایمان ہے۔ کہ قرآن مجید انسان کے ہر شعبۂ حیات کے لئے مکمّل دستورالعمل ہے

جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے معتمد علیہ کا اعلان نمبر ۱

مسٹر جناح مرحوم نے اگست ۱۹۴۷ء میں مسٹر گاندھی کو لکھا تھا: "قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اُور مجلسی، دیوانی اُور فوجداری عسکری اُور تعزیری۔ معاشی اُور معاشرتی۔ غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امورِ حیات تک۔ روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، دنیوی زندگی میں جزاء و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزاء و سزا تک ہر فعل و قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔"

اعلان نمبر ۲
قائدِ اعظم مرحوم کا ۱۹۴۵ء عید کا پیغام

"ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات و اخلاقیات تک محدود نہیں بلکہ قرآن کریم مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے یعنی مذہبی۔ معاشرتی، تجارتی۔ تمدنی عسکری۔ عدالتی اُور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔"

حاصل

مسٹر جناح مرحوم کے دونوں اعلانوں کا حاصل

یہ ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کے لئے مکمل ضابطۂ حیات انسانی ہے۔

جائے اُستاد خالی است

ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ کہ قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات انسانی ہے۔ بایں ہمہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ جب تک مصنّف اپنے عندیہ کو خود واضح نہ کرے۔ بعض مقامات پر اُس کی مراد سمجھ میں نہیں آتی، اِسی لئے کہا گیا ہے۔ "تصنیف کا مصنّف نکو کند بیاں" جب انسانی تصانیف کا یہ حال ہے تو اِنصاف سے فرمایئے۔ کہ اللہ جلّ شانہٗ کی تصنیف کے سمجھنے کے لئے کسی معلّم کی ضرورت نہیں ہے، اِسی نظریہ کے ماتحت اللہ جلّ شانہٗ نے اپنی مقدّس کتاب کا معلّم سیّد المرسلین، خاتم النبیّین علیہ الصّلاۃ والسّلام کو تجویز فرمایا ہے یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ" اور وہ (رسول) لوگوں کو کتاب یعنی قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔

حدیث رسولؐ قرآن مجید کی شرح ہے

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی کتاب مقدّس کا معلّم تجویز فرمایا ہے اور آپ کو یہ سارٹیفکیٹ بھی عطا فرما دیا ہے وما ینطق عن الھویٰ ۝ ان ھو الا وحی یوحیٰ ۝ سورۃ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ:- اور نہ وُہ (رسول) اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے، یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔ اِس لئے قرآن مجید کی شرح اور مرادِ الٰہی کی تعیین فقط حضورِ انور کے اِرشادات سے ہوگی، جسے حدیث رسول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف کی حفاظت کی ذمہ داری

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا ذمّہ لیا ہوا ہے اور یہ پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی جو مراد ہے وہ بعض اوقات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سمجھانے کے سوا معلوم نہیں ہو سکتی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ارشاد کردہ مراد ہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ لہٰذا

محدّثین پر کروڑوں رحمتیں

نازل ہوں، جنہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اِرشادات کو ۱۳۷۵ھ تک نسلاً بعد نسلٍ محفوظ رکھنے کی سعی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے اور ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اِنشاء اللہ تعالیٰ اِرشادات نبویہ کے خدّام کی یہ مقدّس جماعت قیامت تک اپنے فرضِ منصبی کو انجام دیتی رہے گی۔ اور ان حضرات کی سعی جمیل کی برکت سے قرآن مجید اپنے اصلی رنگ میں زندہ و تابندہ رہے گا، ورنہ جو لوگ آج یہ کہہ رہے ہیں کہ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچی آئی ہیں جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے اور وہ محض گمان صحت ہے نہ کہ علم الیقین" اگر کل کو یہ لوگ ایک چھلانگ اُوپر لگا کر یہ کہہ دیں کہ قرآن مجید چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتا آیا ہے، جس سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ محض گمانِ صحت ہے نہ کہ علم الیقین۔

اِس لئے ضرورت ہے

کہ ان شریر بے چاروں کو قرآن مجید کے حصار یعنی علم حدیث شریف پر حملہ کرتے وقت ایسے منہ توڑ جواب دیئے جائیں کہ ان کے حوصلے پست ہو جائیں اور ہمتیں ہار جائیں۔ اِنشاء اللہ یہ حصار قیامت تک قائم رہیگا اور قرآن مجید اپنی اصلی شان میں موجود رہے گا۔

حق پرست علماء کرام کی حدیث شریف سے عقیدت

الحمد للہ، ثم الحمد للہ۔ حق پرست علماء کرام کو حدیث شریف کے صحیح ذخیرہ پر اتنا وثوق اور یقین کامل ہے کہ اگر کوئی ظالم دشمن اسلام یہ چیلنج دے کہ اسے حدیث شریف کے ذخیرہ کو صحیح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے واقعی اِرشادات تسلیم کرنے والو، اگر تم سچّے ہو تو اس نظریہ پر جان کا ہدیہ پیش کرو تو مجھے حضورِ انور کی اُمّت پر پورا یقین اور بھروسہ ہے، کہ بڑی خوشی سے چھاتی میں تھری ناٹ تھری کی گولی کھانے کے لئے بے شمار مجاہد سامنے آئیں گے اور اِنشاء اللہ تعالیٰ اِسی شہر لاہور میں سے ایک بہت بڑی تعداد ایسے مجاہدین کی نکل آئے گی

مفسّرین حضرات کا اِحسان

اللہ تعالیٰ نے آج سے ۱۳۷۵ھ سال پہلے قرآن مجید کی حفاظت کرنے کا ذمّہ لیا تھا۔ الحمد للہ وہ حفاظت کا ذمہ آج تک باحسن وجوہ پورا ہوتا رہا ہے۔ اِس حفاظت میں حضرات مفسّرین کا بھی معتدبہ حصّہ ہے۔

فرائض میں امتیاز

محدّثین اور مفسّرین حضرات تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہر قول و فعل اور ہر نقل و حرکت کی حفاظت اپنے ذمہ لئے ہوئے ہیں جو آپؐ نے قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں فرمائے ہوئے ہیں۔ یہ حضرات ان اِرشادات کو بالاستیعاب اپنی تفاسیر میں ذکر فرماتے ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ و تقبل اللہ سعیہم۔

صوفیائے کرام کا احسان

اصلی اور سچّے اسلام محمدیؐ کی حفاظت کرنے والی جماعتوں میں ایک جماعت صوفیائے کرام کی بھی ہے۔ صوفیائے دراصل حضورِ انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے یزکیھم کے فرضِ منصبی کو انجام دیتے ہیں۔ یزکیھم کا ترجمہ یہ ہے، کہ آپؐ اپنے تابعداروں کو پاک کرتے ہیں۔ طہارۃ سے مراد ظاہری بدن کی پاکیزگی ہوتی ہے، اور تزکیہ سے مراد باطنی امراض سے شفاء ہوتی ہے۔ فخر الاوّلین والآخرینؐ نے جس طرح بدن اور کپڑوں کے پاک رکھنے کی تعلیم دی ہے اسی طرح آپؐ کی مبارک صحبت کی برکت سے صحابہ کرام باطن کی روحانی بیماریوں (مثلاً کبر اور عجب وغیرہ) سے بھی پاک ہو جاتے تھے۔

باطن کی پاکیزگی کی ایک مثال

سیّدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہونے والا ہوتا تو عمرؓ ہوتا اور حضرت عمرؓ کا یہ حال ہے۔ کہ حضرت حذیفۃ بن الیمان سے پوچھا کرتے تھے جن کے پاس حضورِ انورؐ کی بعض رازکی باتیں ہوا کرتی تھیں کہ میرا نام کہیں منافقین کی فہرست میں تو نہیں ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے ؎

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے

حاصل

اس واقعہ کا یہ ہے کہ انسان کے اندر سے خودی اور انانیت ایسی نکل جائے۔ کہ باوجود باکمال ہونے کے اپنے اندر کوئی خوبی اور حسن نظر ہی نہ آئے۔

سچّے صوفیائے کرام کی خدمت

سچّے صوفیائے کرام مزکی اکبر کی نیابت میں آپؐ کی اُمّت کی یہ خدمت انجام دیتے آ رہے ہیں کہ وہ باطنی امراض جھلکہ سے شفایاب ہو جاتا ہے اگر اس مقدّس جماعت کا وجود مسلمانوں میں نہ ہوتا بعض اسلام کی مسلّمہ چیزوں کا ہمارے پاس کوئی عملی ثبوت نہ ہوتا۔

مثلاً

ایک اِسلام کا مخالف اسلام پر اعتراض کرتا ہے کہ اِسلام میں عذاب قبر کا جو نظریہ ہے وہ غلط ہے۔ ہم بیسیوں قبریں کھودتے ہیں، مگر وہاں عذاب نظر نہیں آتا۔ ایسے منکرین سے میں کہتا ہوں کہ قبر کا عذاب ان ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتا۔ اِس کے لئے کسی صوفی کامل کی صحبت میں رہ کر اپنی رُوحانیت کی تربیت کرانے کی ضرورت ہے۔ جب رُوحانیت کی تربیت مکمل ہو جائے گی تو اِنشاء اللہ تمہیں ایک منٹ میں بھی پہلے اندازہ ہو سکے گا کہ اس شخص کی قبر بہشت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۵ رمضان ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۵۶ء

ماہِ رمضان کے متعلق ارشادِ نبوی

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ ○

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(ترجمہ (رمضان) وہ مہینہ ہے۔ جس کی ابتداء رحمۃ (الٰہی) کے نزول کا وقت ہے۔ اور اس کا درمیان مغفرۃ کا زمانہ ہے (جو رحمتِ الٰہی پر مرتب ہوگی۔ اور آخر اس کا دوزخ سے آزاد ہونے کا وقت ہے (یعنی وہ پورا اجر مل جانے کا وقت ہے)

تینوں چیزوں کے حصول کا ذریعہ

(وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ) سورۃ ہود رکوع ۸ پارہ ۱۲

ترجمہ:۔ اور اللہ سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب مہربان محبت والا ہے۔

برادران اسلام! سب سے پہلے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی امت کو فرمایا تھا۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ○ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ○ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ○

(سورہ نوح رکوع ۱ پ ۲۹)

(ترجمہ:۔ پس میں نے کہا اپنے رب سے بخشش مانگو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار (مینہ) برسائے گا۔ اور مال اور اولاد سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے لئے باغ بنا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بنا دے گا۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اے گنہگارو۔ تم اللہ تعالےٰ سے پہلے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو۔ وہ تمہیں گناہ بخش دیگا اور تمہارے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیگا۔

یہی نسخہ

حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کو ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ سے پہلے اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگو۔ اور گناہوں کی راہوں سے ہٹ کر اللہ تعالےٰ کی طرف لوٹ آؤ تب تم پر اللہ تعالےٰ کی رحمتوں کا نزول ہوگا۔

یہی دعوت

اپنے مسلمان بھائیوں کو وہی انبیاء علیہ السلام والی دعوت دیتا ہوں چونکہ رمضان مبارک رحمۃ۔ مغفرۃ اور دوزخ سے آزادی ملنے کا مہینہ ہے۔ آؤ۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگیں اور گزشتہ غلط راستوں سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منہ پھیر کر اے اللہ ہر معاملہ میں تیرا ہی حکم مانیں گے اور تیری ہی رضا کے ماتحت زندگی بسر کریں گے۔ اسلئے ہمیں اس مبارک مہینہ کی رحمۃ مغفرۃ اور دوزخ سے آزادی کا ٹکٹ ہمیں بھی عطا فرما

قانونِ الٰہی کے نقطۂ نگاہ سے چند غلطیاں اور انکی اصلاح

۱

عقائد میں اصلاح

(۱) اے اللہ تیرے سوا اپنا حاجت روا اور مشکلکشا کسی کو خیال نہیں کریں گے۔

(۲) اے اللہ ہر نفع حاصل کرنے اور ہر تکلیف سے بچنے کے لئے فقط تیرے ہی دروازہ پر چل کر آئیں گے۔

(۳) اور فقط تیرے ہی سامنے ہاتھ پھیلائیں گے۔

(۴) اور جب تک کامیاب نہیں ہوں گے تیرے ہی دروازے پر ہاتھ پھیلاتے رہیں گے۔

(۵) اور جب کامیاب ہوں گے تو فقط تیرا ہی شکر بجا لائیں گے۔

عبادات کے متعلق اصلاح

اے اللہ۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج کے سلسلہ میں تیرے حکم کی تعمیل کا عہد کرتے ہیں۔

معاملات میں اصلاح

برادران اسلام۔ اگر اس مہینہ کی برکات (رحمۃ مغفرۃ دوزخ سے آزادی) حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالےٰ سے عہد کریں۔ کہ آئندہ کسی مسلمان کا مال ناحق نہیں کھائیں گے۔ نہ چوری سے۔ نہ ڈاکہ زنی سے۔ نہ فریب دہی سے۔ نہ دھوکہ بازی سے۔ نہ رشوت سے۔ غرضیکہ کسی بھی ناجائز طریقہ کسی مسلمان کا ایک پیسہ نہیں کھائیں گے۔

شادی کی غلطیوں کی اصلاح

(۱) اے اللہ چونکہ باجے بجانا حرام ہے (اگر یہ معلوم کرنا ہو۔ تو میرا رسالہ شہادۃ التحاریر علی حرمۃ المزامیر دفتر انجمن خدام الدین سے مفت لے کر پڑھ لیں) اس لئے ہم آئندہ شادیوں میں باجے نہیں بجائیں گے اور حلال کا کمایا ہوا مال حرام میں خرچ نہیں کریں گے۔ اور اے اللہ دولھا کے سر پر سہرا باندھنا کافروں کی رسم ہے اس لئے آئندہ دولھا کے سر پر سہرا نہیں باندھیں گے۔ اور اے اللہ نام و نمود کے لئے جو پر تکلف کھانے پکا کر برات کو کھلاتے ہیں۔ یا دعوت ولیمہ پر اپنی توفیق سے بڑھ کر محض نام و نمود کے لئے جو کھانے پکاتے ہیں۔ اس سے باز رہنے کا عہد کرتے ہیں۔ اور اے اللہ شادی کے موقعہ پر جو آتش بازی چلاتے ہیں۔ چونکہ وہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے۔ اس لئے آئندہ اس سے بھی توبہ کرتے ہیں۔

میت کے متعلق غلطیوں کی اصلاح

اے اللہ بہنوں اور بیٹیوں کو مالِ میراث سے حصہ نہ دینے کے گناہ سے ہم توبہ کرتے ہیں۔ اے اللہ مرنے والے کے بعد اس کے مال میں اگر کسی یتیم کا حصہ ہوگا تو اس مال سے خیرات کرنے سے توبہ کرتے ہیں۔ اور اے اللہ اگر میت کے مال میں کسی یتیم کا حصہ نہیں ہے مگر اس میں کئی حصہ دار ہیں۔ مثلاً چار بیٹے اور چار بیٹیاں ایک بیوی۔ ایک میت کا باپ اور ایک اس کی ماں۔ تو جب تک سب سے اجازت نہیں لے لیں گے۔ اس وقت تک اس میت کے مال سے ہرگز کوئی خیرات نہیں کریں گے۔ اے اللہ ہم عہد کرتے ہیں کہ میت کے مال کی تقسیم تیرے فرمان کے مطابق کیا کریں گے۔

بیٹیوں کی حق تلفی

اے اللہ۔ ایک سخت گناہ پہلے کیا کرتے تھے۔ اس گناہ سے بھی اس رمضان مبارک میں توبہ کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ لڑکی کو شادی کے وقت جو جہیز دیتے ہیں یا اس کی شادی کے موقعہ پر دعوتوں وغیرہ پر خرچ ہوتا تھا۔ اس سارے خرچ کو اس کے مال میراث میں وضع کرتے تھے اور باپ کے مرنے کے بعد اسے کچھ نہیں دیتے تھے۔ حالانکہ ہم بیٹے کی شادی پر بھی تقریباً ویسا ہی خرچ کر دیتے تھے۔ دعوتیں بیٹی کے بیاہ کی طرح بیٹے کے بیاہ پر بھی کرتے ہیں۔ اور جس طرح بیٹی کو جہیز میں زیورات دیتے ہیں۔ اسی طرح وری میں بہو کو پہنا دیتے ہیں۔ اور یہ سارا خرچ جو بیٹے کے بیاہ میں ہوتا ہے۔ اسے بیٹے کے مال میراث میں سے وضع نہیں کرتے۔ اے اللہ اس گناہ سے بھی توبہ کرتے ہیں۔

رات کا خلاف شرع مشغلہ

اے اللہ ہم دن کو مختلف ذرائع معاش سے روپیہ کماتے ہیں۔ اور رات کو شراب خوری اور سینما بینی میں اسے برباد کرتے ہیں۔ ہم تیری بارگاہ میں صدق دل سے ان گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔

اولاد کو دین کی تعلیم نہ دینے کا جرم

اے اللہ ہم اس گناہ سے بھی توبہ کرتے ہیں۔ کہ باوجود تیرے فرمان کے اپنی اولاد کو تیرے دین کی تعلیم نہیں دیتے۔ آئندہ دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی

دلایا کریں گے۔ تاکہ اس دنیاوی تعلیم کے زہر کا تریاق دینی تعلیم ہو جاتے۔ اور بچوں کو آخرت بھی یاد رہے اور دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف رہے۔

نتیجہ:۔ برادران اسلام۔ اگر ان گناہوں سے ہم توبہ کرلیں۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان مبارک کی برکتوں سے مالا مال کر دے گا۔ اور اگر ہم لوگ ان باغیانہ حرکتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ تو پھر خود اپنے دل سے پوچھو۔ کہ اگر باغی بغاوت سے باز نہ آئے۔ تو پھر کیا بادشاہ کی نظر رحمت اس پر پڑ سکتی ہے؟

ایک مفید اور صحیح مشورہ

میرے معزز بھائیو، میں آپ کو ایک مفید مشورہ دیا کرتا ہوں۔ اور آج اسے دہراتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ جس عقل خداداد سے آپ دنیا کے معاملات کو طے کرتے ہو۔ اسی عقل سے خدا تعالیٰ کے معاملہ کو درست رکھو گے تو اللہ تعالیٰ یقیناً راضی ہو جائے گا۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ عام طور پر مسلمان اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں اس عقل خداداد

سے کام نہیں لیتا۔ یہی چیز جو ابھی اوپر گذری ہے۔ دنیا کے بادشاہ کے متعلق تو مسلمان بآسانی سمجھ جاتا ہے۔ کہ اگر باغی اپنی بغاوت سے باز نہ آئے۔ تو بادشاہ کبھی اس پر رحم نہیں کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں یہ خیال کرتا ہے کہ اگرچہ میں مرتے دم تک باغی رہوں تو بھی میرے لئے بہشت کے دروازے کھلے ہوتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس خیال باطل کی قرآن مجید میں صاف تردید فرمادی ہے۔

پہلا ارشاد

(اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ) سورۃ الجاثیہ رکوع ۲ پ ۲۵)

(ترجمہ:۔ کیا گناہ کرنے والوں نے یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ ہم ان کو ایماندار نیک کام کرنے والوں کے برابر کر دیں گے۔ ان کا جینا اور مرنا برابر ہے۔ وہ بہت ہی برا فیصلہ کرتے ہیں)

دوسرا ارشاد

(وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ۙ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ۙ وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ۚ وَ مَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَ لَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۝)

سورۃ فاطر رکوع ۳ پارہ ۲۲

(ترجمہ:۔ اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہے۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی اور نہ سایہ اور نہ دھوپ۔ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہیں۔ بے شک اللہ سناتا ہے۔ جسے چاہے۔ اور آپ انہیں سنانے والے نہیں۔ جو قبروں میں ہیں)

حاصل

یہ ہے کہ جسطرح قدرتیہ دو دو قسمیں آپس میں برابر نہیں ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے اور نافرمان برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہم وفقنا لما تحب وترضی

روزہ کے متعلق بعض مسائل

(۱) دن کو سرمہ لگانا۔ تیل لگانا۔ خوشبو سونگھنا درست ہے۔

(۲) سرمہ لگانے کے بعد اگر تھوک میں سرمہ کا رنگ دکھائی دے۔ تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(۳) حلق کے اندر مکھی چلی گئی۔ یا آپ ہی آپ دھواں چلا گیا۔ یا گرد و غبار چلا گیا۔ تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۴) حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۵) عطر۔ کیوڑہ۔ گلاب۔ پھول وغیرہ خوشبو سونگھنا جس میں دھواں نہ ہو۔ جائز ہے۔ روزہ میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔

(۶) اگر پان کھا کر خوب کلی کر کے مونہہ صاف کر لیا لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی۔ تو بھی روزہ میں کوئی خلل نہیں آتا۔

(۷) اگر کوئی شخص مونہہ میں پان رکھ کر سو گیا۔ اور صبح ہو جانے کے بعد آنکھ کھلی۔ تو روزہ نہیں ہوگا۔ قضا کرنا پڑے گی۔ اور کفارہ واجب نہیں ہے۔

روزہ کے فدیہ کے بعض مسائل

جو شخص اتنا بوڑھا ہو جائے۔ کہ اسے روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہیں رہی۔ یا اتنا بیمار ہے۔ کہ اب تندرست ہونے کی امید نہیں رہی۔ اور روزہ رکھنے کی طاقت بھی نہیں ہے۔ تو وہ شخص روزہ نہ رکھے۔ اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو صدقۂ فطر کے برابر غلہ دے۔ یا صبح اور شام اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ اور اگر غلہ کے بدلہ میں اسی قدر غلہ کی قیمت دیدے۔ تو بھی درست ہے۔ اگر کسی کے ذمہ کئی روزے قضا تھے۔ اور مرتے وقت وصیت کر گیا۔ کہ میرے روزوں کے بدلہ فدیہ دیدیا جائے تو اس کے مال میں سے اس کا ولی فدیہ دیدے۔ اور کفن اور دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچے۔ اس کی ایک تہائی میں سے اگر سب فدیہ نکل آئے۔ تو دینا واجب ہوگا۔ اگر میت نے وصیت نہیں کی۔ مگر ولی نے اپنے مال میں سے فدیہ ادا کر دیا۔ تب بھی امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیگا۔ اگر میت وصیت نہ کر جائے۔ تو اس کے مال میں سے روزوں کا فدیہ دینا جائز نہیں ہے

لیلۃ القدر کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ) ترجمہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس رات میں عبادت کرنے کا اس قدر ثواب ہے۔ کہ اس کے سوا دوسرے دنوں میں ہزار مہینے عبادت کرنے سے بھی اس قدر ثواب نہیں ملتا۔ جتنا کہ اس ایک رات کی عبادت کرنے سے مل جاتا ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ رات سے مراد غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک ہے۔ اس وقت کے اندر جتنے گھنٹے ہونگے۔ اتنے گھنٹوں کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ ثواب کا مستحق بنا دیگی۔ مثلاً گرمی کی موسم میں شام کے ۸ بجے آفتاب غروب ہوتا ہے۔ اور رات کے ۴ بجے صبح صادق ہو جاتی ہے۔ تو آٹھ گھنٹوں کی عبادت سے بھی زیادہ ثواب دلا دیگی۔ اس آیت کا شان نزول امام سیوطی نے لباب النقول میں یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر فرمایا۔ اور جس نے ہزار مہینے اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کے لئے) ہتھیار لگائے تھے پس مسلمانوں نے اس بات سے تعجب کیا (اور افسوس کیا۔ کہ ہمیں یہ نعمت کیسے حاصل ہو سکتی ہے) اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ (اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ)

رمضان شریف میں اعتکاف

رمضان شریف کے آخری دس دن میں اعتکاف میں بیٹھنا سنۃ مؤکدہ ہے۔ ہر ایک شہر والوں کے لئے یہ سنۃ مؤکدہ کفایہ ہے۔ یعنی سارے شہر والوں میں سے ایک شخص بھی اعتکاف میں بیٹھ گیا۔ تو سب کی طرف سے یہ سنت ادا ہو جائے گی۔

مسائل متعلقہ اعتکاف

(۱) معتکف حاجۃ انسانی یا نماز جمعہ کے سوا مسجد سے باہر نہ جائے۔

(۲) ان دو چیزوں کے سوا اگر کسی اور کام کے لئے باہر گیا۔ تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

(۳) معتکف مسجد ہی میں کھائے۔ پئے۔ اور سوئے

(۴) کسی چیز کی خرید و فروخت بھی مسجد میں کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ چیز مسجد میں موجود نہ ہو

وما علینا الا البلاغ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

برکاتِ اعتکاف

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس کارپوریشن لاہور)

مسجد میں اعتکاف کی نیت کرکے ٹھیرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک واجب جو منت اور نذر کی وجہ سے ہو۔ جیسے یہ کہے۔ کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کرونگا یا بلا کسی کام پر موقوف کرنے کے یوں کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کرلیا۔ یہ واجب ہوتا ہے اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے۔ اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ دوسری قسم سنت ہے جو رمضان المبارک کے آخیر عشرہ کا ہے کہ حضور کی عادت شریفہ ان ایام کے اعتکاف فرمانے کی تھی۔ تیسرا اعتکاف نفل ہے جس کے لئے نہ کوئی وقت نہ ایام کی مقدار جتنے دن کا جی چاہے کرلے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کرلے۔ تب بھی جائز ہے۔ البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ایک دن سے کم جائز نہیں۔ لیکن امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اس لئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے۔ کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کرلیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اعتکاف کا ثواب بھی ملتا رہے۔ اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ حضورؐ ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں۔ ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے!

اگر حقیقتاً یہی حالت ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے اور اللہ کریم کی ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے بلکہ بے بہا دولت عطا فرماتے ہیں ؎

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے
در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

؎ خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس لئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ اور اللہ جل شانہ جس کو اکرام فرمادیں تو اس کے بھرپور خزانوں کا بیان کون کرسکتا ہے۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ پاک کی ذات کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیوں کے بدلہ میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے۔ اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر ایسی طرح اس میں لگ جائے کہ خیالات و تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر اور اس کی محبت سما جاوے۔ حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ انس کے بدلے اللہ کے ساتھ انس پیدا ہو جاوے کہ یہ انس قبر کی وحشت میں کام آوے کہ اس دن اللہ پاک کی ذات کے سوا نہ کوئی مونس نہ دل بہلانے والا۔ اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہوگا تو کس قدر لذت سے وقت گذرے گا ؎

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھا رہوں تصور جاناں کئے ہوئے

صاحب مراقی الفلاح کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال سے ہے کہ اس میں قلب کو دنیا و ما فیہا سے یک سو کر لینا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے ؎

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں
سر زیر بارِ منتِ دربان کئے ہوئے!

نیز اس میں ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے۔ میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف (آہستہ) چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ نیز اس میں اللہ کے گھر پر پڑ جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے۔ نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں۔ بہت سے فضائل۔ یہ برکات اور خواص اس اہم عبادت میں ہیں۔ بوجہ طوالت مختصر پر اکتفا کیا گیا۔

مسئلہ

مرد کے لئے سب سے افضل جگہ مسجد مکہ معظمہ پھر مسجد مدینہ منورہ۔ پھر مسجد بیت المقدس۔ ان کے بعد مسجد جامع اور پھر اپنی مسجد۔

امام صاحبؒ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو۔ عورت کے لئے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہئے۔ اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے متعین نہ ہو تو کسی کونے کو اس کے لئے مخصوص کرے۔ عورتوں کے لئے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں۔ مگر اس کے باوجود عورتیں اس سنت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔

پہلی حدیث

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے رمضان شریف کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے میں بھی پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرما رہے تھے باہر نکل کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا۔ پھر اسی وجہ سے دوسرے عشرے میں کیا۔ پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتے) نے بتلایا کہ وہ رات آخیر عشرے میں ہے لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ آخر عشرے کا بھی اعتکاف کریں۔ مجھے یہ رات دکھلا دی گئی تھی۔ پھر بھلا دی گئی (اس کی علامت یہ ہے) کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح کو کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ لہٰذا اب اس کو آخر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی۔ اور مسجد چھپر کی تھی۔ وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے حضورؐ کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیس کی صبح کو دیکھا۔

حضورؐ کی عادت شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے اس مہینے میں تمام مہینے کا اعتکاف فرمایا اور جس سال وصال ہوا۔ اس سال ۲۰ روز کا اعتکاف فرمایا تھا۔ لیکن اکثر عادت شریفہ چونکہ اخیر عشرے ہی کے اعتکاف کی رہی ہے۔ اس لئے علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ وہی ہے۔ حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اعتکاف کی بڑی غرض شب قدر کی تلاش ہے۔ اور حقیقت میں اعتکاف اس کے لئے بہت ہی مناسب ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور ادھر ادھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے اس لئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ لہٰذا شب قدر کے قدر دانوں کے لئے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں۔ حضورؐ اول تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت ہی زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ لیکن اخیر عشرے میں تو کچھ حد ہی نہیں رہتی تھی۔ رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے جیسا کہ صحیحین کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آخر عشرہ میں حضورؐ لنگی کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیا فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔ لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی

بھی مراد ہو سکتی ہے اور بیویوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہو سکتا ہے۔

دوسری حدیث

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کو۔

حدیث بالا میں دو مخصوص نفعے اعتکاف کے ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہو جاتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہ میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہو جانا کس قدر ظلم عظیم ہے۔ اعتکاف کی وجہ سے اُن سے امن و حفاظت رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی نماز کی شرکت اور مریض کی عیادت وغیرہ ایسے اُمور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف ان کو نہیں کر سکتا۔ اس لئے اعتکاف کی وجہ سے جن عبادتوں سے رُکا رہا۔ اُن کا اجر بغیر کئے بھی ملتا رہے گا۔ اللہ اکبر۔ کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے۔ درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے اور تھوڑی توجہ اور مانگ سے دھواں دھار برستی ہے۔ کوئی لینے والا ہو، تو پھر دیکھئے۔ مگر ہم لوگوں کو تو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں ضرورت ہی نہیں۔ توجہ کون کرے اور کیوں کرے۔ کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا!

ہمری نظر میں قدر تو آجکل اونچی بلڈنگوں۔ عالیشان کوٹھیوں۔ بڑے بڑے عہدوں۔ لمبی چوڑی جاگیروں۔ زیادہ زیادہ تنخواہوں اور عمدہ عمدہ موٹروں کی ہوتی ہے یاد رہے کہ ان عارضی اور فانی چیزوں کو دیکھ کر آپ کے منہ میں پانی نہ بھر آئے۔ اس لئے کہ ان چیزوں کے مالکوں کا دل اگر اللہ کے ذکر اور اس کی یاد سے خالی ہے تو پھر یہی چیزیں ان پر لعنت بھیجیں گی۔ اور ان کے لئے عذاب جان بن کر رہ جائیں گی۔ یہ چیزیں خدا نے اس لئے نہیں دیں کہ تم ان کو لُوٹو بھی اور ان سے فائدہ بھی اٹھاؤ۔ اور پھر خدا کی نافرمانی بھی کرو۔ اسی کی دی ہوئی چیزیں اور پھر اُسی کی بغاوت۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس قدر نعمتیں حاصل کرنے کے بعد دینے والے کی محبت اور یاد میں مر مٹتے اور جان کھپا دیتے۔ تاکہ وُہ اور خوش ہوتا مگر تم نے تو اور اس کی نافرمانی شروع کر دی۔ پھر اس کا بھی اعلان سُن لیجئے۔ کہ جو شخص میری یاد سے منہ موڑے گا چین سے میں بھی اس کو بیٹھنے نہیں دوں گا۔ چنانچہ کبھی فرصت کے وقت علیحدگی میں ان سے پوچھ کر دیکھ لیجئے کہ کیسے گذرتی ہے۔ یہی جواب ملے گا کہ خُدا نے سب کچھ دے رکھا ہے مگر دل کو چین نہیں۔

اطمینان قلب نہیں۔ انشاء اللہ چلنی میں چھید کم ہوں گے مگر ان لوگوں کے غم زیادہ ہوں گے۔ ظاہرا تو بڑی ٹیپ ٹاپ نظر آئے گی۔ مگر اندرونی حالات ناگفتہ بہ ہوں گے۔

ایک دوست کے ہاں پانچ چار احباب جمع ہوئے بیٹھے تھے۔ دوران گفتگو ماڈل ٹاؤن لاہور کی کوٹھیوں کا ذکر آ گیا۔ تعریفوں کے پل بندھنے لگے۔ ایک بولا کہ ماڈل ٹاؤن تو کچھ بھی نہیں۔ گلبرگ کو دیکھو کہ جنت کا نمونہ بنا ہوا ہے۔ میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ حاجی صاحب کیا آپ نے گلبرگ کی سیر کی ہے میں نے عرض کیا کہ خدا کبھی نہ کرائے۔ اس بستی کو تو ٹانگے والے رشوت پورہ کہتے ہیں۔ فرمایا کہ خواہ کچھ ہی ہو مگر اس وقت تو وہ لاہور میں جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔

یہ اس قسم کے بدنصیب لوگ جب دُنیا سے رخصت ہونگے تو ان کی ہر ہر چیز بڑی خوش ہوگی اور شکر منائے گی۔ اس کی کوٹھی کہے گی کہ اچھا ہوا یہ بدبخت مر گیا۔ کیا خدا نے میں اس کو اس لئے دی تھی کہ مجھ میں رہ کر شرابیں پیئے۔ رنڈیوں کے گانے کرائے۔ اور دنیا بھر کے فحش کام تو کرائے مگر خدا کا نام ہرگز نہ لے۔ اس بدنصیب نے میرے اندر رہتے ہوئے نہ کبھی نماز پڑھی نہ روزہ رکھا اور نہ قرآن کی تلاوت نصیب ہوئی۔ موٹر کہے گی اچھا ہوا یہ منحوس مرا۔ یہ مجھ میں بیٹھ کر سینما اور کلب گھر تو جاتا تھا۔ مگر اللہ کے گھر (کسی مسجد میں) درس قرآن سننے نہ جاتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کی میزیں اور کرسیاں بھی گھی کے چراغ جلائیں گی کہ اچھا ہوا یہ نالائق مرا۔ ہم پر بیٹھ کر خدا کی قسما قسم کی نعمتیں تو کھاتا مگر اس کا شکر اور ذکر ہرگز نہ کرتا۔ نہ کسی اللہ والے غریب یتیم اور بیوہ کو بلا کر سلوک کرتا۔

مانا کہ اِن لوگوں کے پاس اس دُنیا کے سکے روپے۔ پیسے۔ اکنی۔ دونی۔ چونی۔ اٹھنی۔ سونا۔ چاندی اور نوٹوں کی گڈیاں کی گڈیاں موجود ہیں۔ یہ بھی مانا کہ اس سکے سے اس چند روزہ زندگی میں خوب گل چھرّے بھی اڑائے جا سکتے ہیں۔ مگر اس دُنیا کا سکہ اس دُنیا (آخرت) میں کام نہ آئے گا۔ یہ سکہ یہیں رہنے والا ہے۔ مگر وہاں کا سکہ اور ہے۔

سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ درود شریف۔ تلاوت کلام مجید۔ نماز۔ روزہ اور حج زکوٰۃ وغیرہ وہاں کا سکہ ہے۔ جس کے پاس یہ سکہ ہوگا وہ کامیاب و بامراد اور زندگی مزے کی اور جس کے پاس یہ نہ ہوگا تو پھر خود ہی سمجھ لیجئے کہ اس کا کیا حشر ہوگا۔

تیسری حدیث

حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں معتکف تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چپ چاپ) بیٹھ گیا حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں۔ کیا بات ہے اُس نے کہا۔ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے میں بیشک ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور حضورؐ کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس قبر والے کی عزّت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اُس سے تیری سفارش کروں اُس نے عرض کیا جیسے آپ مناسب سمجھیں۔ حضرت ابن عباسؓ یہ سن کر جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ آپ اپنا اعتکاف بھول گئے؟

فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے سے (صلی اللہ علیہ وسلم) سُنا ہے اور ابھی کچھ زیادہ زمانہ نہیں گذرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) حضرت ابن عباس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے کہ حضورؐ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہوگی۔)

اس حدیث سے دو مضمون معلوم ہوئے۔ اوّل یہ کہ ایک دن کے اعتکاف کا ثواب یہ ہے کہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں قائم فرما دیتے ہیں اور ہر خندق اتنی بڑی ہے جتنا سارا جہان۔ اور ایک دن سے جتنے زیادہ دنوں کا اعتکاف ہوگا اتنا ہی اجر زیادہ ملے گا۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص عشرہ رمضان کا اعتکاف کرے اس کو دو حج اور دو عمروں کا اجر ملتا ہے اور جو شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشأ تک کا اعتکاف کرے۔ کہ نماز قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لئے جنت میں ایک محل بناتے ہیں۔

دوسرا مضمون جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وُہ مسلمان کی حاجت روائی ہے کہ دس برس کے اعتکاف سے افضل ارشاد فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے اپنے اعتکاف کی پروا نہیں فرمائی کہ اس کی تلافی پھر بھی ہو سکتی ہے۔ اور اس کی قضا ممکن ہے اسی وجہ سے صوفیاء کا مقولہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ٹوٹے ہوئے دل کی جتنی قدر ہے اتنی کسی چیز کی نہیں یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی بددُعا سے احادیث میں بہت ڈرایا گیا ہے۔ حضورؐ جب کسی کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے تو اور نصیحتوں کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ مظلوم کی بددعا سے بچیو۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید

اس جگہ ایک مسئلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے

کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لیے بھی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اگر اعتکاف واجب ہو تو اس کی قضا واجب ہوتی ہے۔ حضورؐ ضرورت بشری کے علاوہ کسی ضرورت سے بھی مسجد سے باہر تشریف نہیں لاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کا یہ ایثار کہ دوسرے کی وجہ سے اپنا اعتکاف توڑ دیا۔ ایسے ہی لوگوں کے مناسب ہے کہ دوسروں کی خاطر خود پیاسے تڑپ تڑپ کر مرجائیں۔ مگر پانی کا آخری قطرہ اس لئے نہ پئیں کہ دوسرا زخمی جو پاس لیٹا ہوا ہے۔ وہ اپنے سے مقدم ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ اعتکاف نفلی اعتکاف ہو۔ اس صورت میں کوئی اشکال نہیں۔

اب خاتمہ پر ایک طویل حدیث جس میں مختلف اقسام کے فضائل و برکات ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ ذکر کرتا ہوں۔

حدیث شریف

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے حضورؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جنّت کو رمضان شریف کے لئے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے پس جب رمضان شریف کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے۔ (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتّے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں جس سے ایسی دل آویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سُنی۔ پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا۔ تاکہ حق تعالےٰ شانہٗ اس کو ہم سے جوڑ دیں۔ پھر وہی حوریں جنّت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے؟ وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ یہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے۔ جنت کے دروازے حضرت محمدؐ کی امّت کے لئے (آج) کھول دئے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ شانہٗ رضوان سے فرما دیتے ہیں کہ جنّت کے دروازے کھول دے اور مالک (جہنم کے داروغہ) سے فرمادیتے ہیں۔ کہ حضورؐ کی اُمّت کے روزہ داروں پہ جہنم کے دروازے بند کردے اور جبرئیلؑ کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پہ جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو۔ اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب کی اُمّت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔ حضورؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ

”ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں“

”ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کر لوں۔“

”ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔“

کون ہے جو غنی کو قرض دے۔ ایسا غنی —— —— جو نادار نہیں۔ ایسا پورا پورا ادا کرنے والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ شانہٗ رمضان شریف میں روزہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں۔ اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے۔ تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کئے گئے تھے۔ اُن کے برابر اس ایک دن میں آزاد فرماتے ہیں۔ اور جس رات شب قدر ہوتی ہے تو حق تعالےٰ شانہٗ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پہ اترتے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے۔ جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السّلام کے سو بازو ہیں۔ جن میں سے دو بازو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں۔ جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں۔ کہ جو مسلمان آج کی رات کھڑا ہو یا بیٹھا۔ نماز میں ہو یا ذکر کر رہا ہو۔ اس کو سلام کریں اور مصافحہ کریں۔ اور اُن کی دعاؤں پہ آمین کہیں۔ صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح ہو جاتی ہے۔ تو جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں۔ کہ اے فرشتوں کی جماعت اب کوچ کرو اور چلو۔ فرشتے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی امّت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پہ توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا۔

صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ۔ وہ چار شخص کون ہیں؟ ارشاد ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو؛ دوسرا وہ جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔ تیسرا وہ جو قطع رحمی کرنے والا ہو اور ناطہ توڑنے والا ہو۔ اور چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔ پھر جب عیدالفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لَیْلَۃُ الْجَائِزَۃ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے۔ اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں۔ وہ زمین پہ اُتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسانوں کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کریم رب کی (درگاہ کی) طرف چلو، جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔ اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔ پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالےٰ شانہٗ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جاوے۔ تو حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔ اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو۔ میری عزّت کی قسم ہے۔ میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا۔ میری عزت کی قسم کہ جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اور ان کو چھپاتا رہوں گا) میری عزّت کی قسم میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا۔ ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ

اس حدیث شریف کے اکثر مضامین گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں۔ البتّہ چند امور قابلِ غور ہیں۔ جن میں سے اوّل اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محروم رمضان کی مغفرت عامہ سے بھی مستثنےٰ تھے۔ جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے۔ اور وہ عید کی اس مغفرت عامہ سے بھی مستثنےٰ کر دئے گئے۔ جن میں سے آپس میں لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لئے اور کونسا ٹھکانا ڈھونڈ رکھا ہے۔ افسوس تم پر بھی اور تمہاری عزت پر بھی۔ جس کے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم حضورؐ کی بد دعائیں برداشت کر رہے ہو۔ جبرئیلؑ کی بددعائیں اٹھا رہے ہو۔ اور اللہ کی رحمت و مغفرت عامہ سے بھی نکالے جا رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی۔ اپنی مونچھ اونچی کر ہی لی۔ مگر وہ کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے؟ جبکہ اللہ کا پیارا رسول تم پر لعنت کر رہا ہے۔ اللہ کا مقرب فرشتہ تمہارے اوپر لعنت کر رہا ہے۔ تمہاری ہلاکت کی بد دعا کر رہا ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ تمہیں اپنی مغفرت اور رحمت سے نکال رہے ہیں۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آجائے تو کچھ نہیں گیا۔ آج وقت ہے اور تلافی ممکن۔ کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزّت و وجاہت کی پوچھ۔ نہ مال و متاع کار آمد۔ وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہوگی۔ اور ہر حرکت لکھی لکھائی سامنے آجائے گی۔ حق تعالےٰ اپنے حقوق میں درگذر فرما دیتے ہیں۔ مگر بندوں کے آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دئے نہیں چھوڑتے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مفلس میری امت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن کچھ اعمال کے ساتھ

آوے - اور نماز - روزہ - صدقہ سب ہی کچھ لائے - لیکن کسی کو گالی دے رکھی ہے کسی کو تہمت لگا دی تھی - اور کسی کو مار پیٹ کی تھی - بس یہ سب عوید آ آویں گے اور اس کے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کر لیں گے - اور جب اس کے پاس نیک اعمال ختم ہو جائیں گے تو اپنی برائیاں اس پر ڈالتے رہیں گے - اور پھر اس سب انبار کی بدولت وہ جہنم رسید ہو جائے گا - اور اپنی کثرت اعمال کے باوجود جو حسرت و یاس کا عالم ہو گا وہ محتاج بیان نہیں

وہ مایوس تمنا کیوں نہ سوئے آسماں دیکھے
کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائگاں دیکھے

ایک امر حدیث بالا میں یہ ارشاد ہے کہ میں تم کو کفار کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا - یہ حق تعالےٰ شانہٗ کا غایت درجہ کا لطف و کرم مسلمانوں کے حال پر ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں کے لئے یہ بھی لطف و انعام کہ ان کی لغزشوں پر بھی درگذر اور پردہ پوشی کی جاتی ہے عبداللہ بن عمرؓ حضورؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حق تعالےٰ شانہٗ ایک مومن کو اپنے قریب بلا کر اس پر پردہ ڈال کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھے اس کی لغزشوں کو یاد دلا کر اس سے ہر ہر گناہ کا اقرار کرائیں گے - اور اپنے گناہوں کی کثرت اور اقرار پر یہ سمجھے گا کہ اب ہلاکت کا وقت قریب آ گیا ہے تو ارشاد ہو گا کہ میں نے دنیا میں تجھ پر ستاری فرمائی ہے تو آج بھی اُن پر پردہ ہے اور معاف ہیں - اس کے بعد اس کے نیک اعمال کا دفتر اس کے حوالے کر دیا جائے گا - اور بھی بہت سی روایات سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا ڈھونڈھنے والوں اور اس کے احکام کی پابندی کرنے والوں کی لغزشوں سے درگذر کر دیا جاتا ہے - اس لئے نہایت اہمیت کے ساتھ ایک مضمون سمجھ لینا چاہیئے کہ جو لوگ اللہ والوں کی کوتاہیوں پر اُن کی غیبت میں مبتلا رہتے ہیں وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ مبادا قیامت میں ان کے نیک اعمال کی برکت سے ان کی لغزشیں تو معاف فرما دی جاویں اور پردہ پوشی فرمائی جاوے لیکن تم لوگوں کے نامے غیبت کا دفتر بن کر ہلاکت کا سبب بنیں - اللہ تعالیٰ اپنے لطف سے ہم سب سے درگذر فرمائیں - آمین ثم آمین!

حدیث بالا میں عید کی رات کو انعام کی رات سے بھی پکارا گیا ہے - اس رات میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے اس لئے بندوں کو بھی اس رات کی بے حد قدر کرنی چاہیئے بہت سے لوگ عوام کو تو پوچھنا ہی کیا خواص بھی رمضان کے تھکے ماندے اس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں - حالانکہ یہ رات بھی خصوصیت سے عبادت میں رہنے کی ہے

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو کوئی ثواب کی نیت کر کے دونوں عیدین میں جاگے اور عبادت میں مشغول رہے - اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب کے دل مر جائیں گے - (یعنی فتنہ و فساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مردنی چھا جاتی ہے تو اس کا دل زندہ رہے گا - اور ممکن ہے صور پھونکنے کا دن مراد ہو کہ اس کی روح بے ہوش نہ ہو گی -)

ایک حدیث میں ارشاد ہے - کہ جو شخص پانچ راتوں میں عبادت کے لئے جاگے - اس کے واسطے جنت واجب ہو جائے گی -

(۱) لیلۃ الترویہ (۸ ذی الحج کی رات)
(۲) لیلۃ العرفہ (۹ ذی الحجہ کی رات)
(۳) لیلۃ النحر (۱۰ ذی الحجہ کی رات)
(۴) عید الفطر کی رات
(۵) شب برات یعنی ۱۵ شعبان کی رات

فقہاء نے بھی عیدین کی راتوں میں جاگنا مستحب لکھا ہے -

قبولیت دعا کی راتیں یہ ہیں :-
جمعہ کی رات - عیدین کی راتیں - غرہ رجب کی رات اور نصف شعبان کی رات -

بعض بزرگوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ رمضان المبارک میں جمعہ کی رات کا بھی خصوصیت سے اہتمام چاہیئے کہ جمعہ اور اس کی رات بہت متبرک اوقات ہیں احادیث میں ان کی بہت فضیلت آئی ہے - مگر چونکہ بعض احادیث میں جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرنے کی ممانعت آئی ہے - کہ ایسا نہ ہو جاگنے کی وجہ سے نماز جمعہ کی ادائیگی میں کچھ خلل واقع ہو جائے - اس لئے بہتر ہے کہ دو رات کو اس کے ساتھ اور بھی شامل کر لے -

آخر میں ناظرین سے لجاجت سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک کے مخصوص اوقات میں جب آپ اپنے لئے دعا فرمائیں - تو اس سیہ کار کو بھی شامل فرما لیں - کیا بعید ہے کہ کریم آقا آپ کی مخلصانہ دعا سے اس گنہگار کو بھی اپنی رضا اور محبت سے نوازیں -

گرچہ بدکار و نالائق ہوں اے شاہ جہاں
پر تیرے در کو بتا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے

کشمکش سے ناامیدی کی ہوا ہوں میں تباہ
دیکھ مت میرے عمل کر لطف پر اپنے نگاہ
یا رب اپنے رحم و احسان و عطا کے واسطے

چرخ عصیاں میرے کے رہے زیر قدم بحر الم
چارہ سو ہر کام میں ہے اب بہر کرم
کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے
اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

نے فقیری چاہتا ہوں نہ امیری کی طلب
نے عبادت سے ورع نے خواہش علم و ادب
درد دل پر چاہیئے مجھ کو خدا کے واسطے

عقل و ہوش و فکر اور نعمائے دنیا بے شمار
کی عطا تو نے مجھے پر اب تو اے پروردگار
بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا
کر مری امداد اللہ وقت ہے امداد کا
اپنے لطف و رحمت بے انتہا کے واسطے

گو میں ہوں اک بندۂ عاصی غلام پُر قصور
جرم میرا حوصلہ ہے نام ہے تیرا غفور
تیرا کہلاتا ہوں میں جیسا ہوں اے ربّ شکور

اَنْتَ شَافٍ اَنْتَ کَافٍ فِیْ مُہِمَّاتِ الْاُمُوْر
اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کا

رفع الی السماء و نزول من السماء

از میاں عبدالرحمٰن صاحب لدھیانوی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

(۳)

لفظ توفّی وفا سے مشتق ہے اور وفا کے معنی پورا کرنا۔ پس توفّی جو باب تفعّل سے ہے اسی مادہ وفا سے ہے۔ اس کے معنی ہوئے اَخَذَ الشَّیْءَ وَافِیاً یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ توفّی کے معنی قبضِ رُوح اور موت کے بغیر قرینہ کے بیتا قرآن، حدیث اور لغتِ عرب میں ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔ جیسے فَیُوَفِّیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ
(پس اللہ اُن کو پورا ثواب دے گا)
وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ یَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ (انعام پ۷ ع۱۴)
(ترجمہ:۔ اور اللہ وہ ذات ہے جو رات میں تم کو پورا پورا لے لیتا ہے اور دن کو جو کچھ کرتے ہو خوب جانتا ہے)

یعنی:۔ شب میں سوتے وقت ظاہری احساس و شعور باقی نہیں رہتا اور آدمی اپنے گردو پیش بلکہ اپنے جسم کے احوال تک سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے۔ گویا اس وقت اس سے یہ قوتیں لے لی گئیں۔ دن میں جو کچھ چلنا پھرنا، نقل و حرکت اور کسب و اکتساب واقع ہوتا ہے۔ وہ سب کامل تفصیل کے ساتھ خدا کے علم میں موجود ہے۔
حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا وَھُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ
(ترجمہ) یہاں تک کہ آپہنچے تم میں سے کسی ایک کو موت۔ تو قبضہ میں لے لیتے ہیں۔ اُس کو ہمارے بھیجے ہوئے۔
دیکھا یہاں لفظ موت آگیا ہے۔ یہاں قرینہ سے صاف مطلب معلوم ہو گیا۔
فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ ○ پ۷ ع۶
(ترجمہ:۔ پھر جب تو نے مجھ کو اُٹھا لیا۔ تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا اُن کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے)
تفسیر:۔ نہ صرف یہ کہ میں نے مخلوق کو تیری توحید اور عبودیت کی طرف دعوت دی بلکہ جب تک اُن کے اندر قیام پذیر رہا برابر اُن کے حال کی نگرانی اور خبر گیری کرتا رہا کہ کوئی غلط عقیدہ یا بے موقع خیال قائم نہ کریں۔ البتہ اُن میں قیام کرنے کی جو مدت آپ کے علم میں مقدر تھی۔ جب وہ پوری کر کے آپ نے مجھ کو اُن سے اُٹھا لیا۔ جیسا کہ مادہ توفّی اور اس کے مقابلہ میں مادہ ”شہید“ سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر صرف آپ ہی ان کے احوال کے نگران اور خبردار ہو سکتے تھے۔ پس اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کر سکتا۔

حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کا ترجمہ ”تو نے مجھ کو اٹھا لیا“ باعتبار محاورات موت یا رفع الی السماء دونوں پر صادق آسکتا ہے۔ گویا متنبہ کر دیا کہ نہ لفظ توفّی کے لئے موت لازم ہے اور نہ خاص توفّی بصورت موت کو مضمون زیر بحث میں کسی قسم کا دخل ہے۔ حدیث میں نبی کریم ؐ نے ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کی نسبت میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح بندہ صالح یعنی عیسیٰؑ نے کہا
وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ پ۳ سورہ آل عمران ع۵
(ترجمہ) اور کلام کرے گا عیسیٰؑ لوگوں سے گود میں اور کہولت کی عمر میں۔ اور صالحین سے ہوگا۔)

سورہ مریم میں پہلا حصہ تو قرآن ہی سے ثابت ہو گیا۔ آپ نے گود یا گہوارہ میں بات کی یہ ایک معجزہ ہے لیکن کہولت میں کلام کرنا بظاہر کوئی عجیب امر نہیں ہے۔ کیونکہ کہولت کے زمانہ میں سب لوگ کلام کیا کرتے ہیں۔ سو یہ کلام بعد نزول من السماء ہوگا۔ آپ کی عمر صرف ۳۳ سال کی تھی۔ جبکہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور کہولت کی عمر میں بڑھاپا ہوتا ہے۔ اس بات سے صاف عیاں ہے کہ آپ نزول من السماء کے بعد جیسا کہ احادیث میں موجود ہے ۴۵ سال زندہ رہیں گے۔ یہ کلام کہولت اس وقت ہوگا۔ یہ بھی ایک معجزہ ہے۔

وَلِنَجْعَلَہٗٓ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَۃً مِّنَّا
(پ ۱۶ ع ۵)
(ترجمہ:۔ اور اُس کو (حضرت عیسیٰؑ) ہم کیا چاہتے ہیں لوگوں کے لئے نشانی اور مہربانی اپنی سے)

تفسیر:۔ یہ کام ضرور ہو کر رہے گا۔ پہلے سے طے شدہ ہے۔ تخلف نہیں ہو سکتا۔ ہماری حکمت اسی کو مقتضی ہے کہ بدوں مسِ بشر کے محض عورت وجود سے بچہ پیدا کیا جائے اور دیکھنے اور سننے کے لئے ہماری قدرتِ عظیمہ کی ایک نشانی ہو۔ تمام انسان مرد و عورت کے ملنے سے پیدا ہوتے آدمؑ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے اور حوّا کو صرف مرد کے وجود سے پیدا کیا گیا۔ چوتھی صورت ہے جو حضرت مسیحؑ میں ظاہر ہوئی کہ مرد کے بغیر صرف عورت کے وجود سے ان کا وجود ہوا۔ اس طرح پیدائش کی چاروں صورتیں واقع ہو گئیں۔ حضرت مسیح کا وجود قدرتِ الٰہیہ کا ایک نشان حق تعالےٰ کی طرف سے دُنیا کے لئے بڑی رحمت کا سامان ہے۔

وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا وَاتَّبِعُوْنِ ط ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ○ پ۲۵ ع ۱۲
(ترجمہ:۔ اور وُہ نشان ہے قیامت کا۔ سو اُس میں شک مت کرو۔ اور میرا کہا مانو۔ یہ ایک سیدھی راہ ہے)

تفسیر:۔ عیسیٰؑ میں آثار فرشتوں کے سے تھے۔ اس بات سے کوئی شخص معبود نہیں بن جاتا۔ اگر ہم چاہیں تو تمہاری نسل سے ایسے لوگ پیدا کریں یا تمہاری جگہ آسمانی فرشتوں ہی کو لا کر زمین پر آباد کر دیں۔ ہم کو سب قدرت حاصل ہے۔

حضرت مسیح کا پہلی دفعہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لئے ایک نشان تھا کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب و غریب معجزات دکھلائے اور دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا۔ اُن کے نزول سے لوگ معلوم کر لیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آگئی ہے۔ قیامت کے آنے میں شک نہ کرو۔ اور جو سیدھی راہ ایمان اور توحید کی بتلا رہا ہوں۔ اس پر چلے آؤ۔ مبادا تمہارا ازلی دشمن شیطان تم کو اس راستہ سے روک دے
قَالَ رَسُوْلُ اللہِ اِنَّھَا (الساعۃ) لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰی تَرَوْا قَبْلَھَا عَشْرَ اٰیَاتٍ فَذَکَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّۃَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنَ الْمَغْرِبِ ھَا وَیَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَنُزُوْلَ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ الخ (مشکوٰۃ باب علامات قیامت)
(ترجمہ) رسولِ خدا ؐ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے دس نشان ظاہر ہوں گے۔
(۱) دجّال (۲) دابۃ الارض (۳) دھواں (۴)

کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) قوم یاجوج ماجوج کا نکلنا (۶) اور عیسیٰؑ کا نازل ہونا (۷) مشرق میں زمین کا دھنس جانا (۸) غرب میں زمین کا دھنس جانا (۹) جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا اور زمین میں ایک آگ کا ظاہر ہونا۔

اہل کتاب کے جتنے بھی فرقے ہیں وہ حضرت عیسیٰؑ پر اُن کی موت سے پہلے یقین لائیں گے۔ اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ اُن پر گواہ ہوں گے۔ پ۶ ع۲

حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جب دجال پیدا ہوگا۔ تب اس جہاں میں تشریف لا کر اسے قتل کریں گے وہ یہود و نصاریٰ اُن پر ایمان لائیں گے کہ بے شک عیسیٰ زندہ ہیں۔ مرے نہ تھے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ اُن کے حالات اور اعمال کو ظاہر کریں گے کہ یہود نے میری تکذیب اور مخالفت کی تھی اور نصاریٰ نے مجھ کو خدا کا بیٹا کہا۔

بے شمار احادیث نزول کے متعلق ہیں۔ ان سے بھی یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نزول جبھی ہوگا جب پہلے رفع ہوگا۔ جب تک پہلے کوئی چیز اوپر کو اٹھائی جائے اس کا نزول ناممکن ہے۔

اسرارِ نزول عیسیٰ ابن مریم

اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ

(ترجمہ:- اللہ تعالےٰ کے نزدیک عیسیٰؑ کی شان آدم علیہم السلام جیسی ہے۔

قرآن کریم نے صرف دو پیغمبروں کی فطرت بیان کی ہے۔ ایک حضرت آدمؑ کی اور دوسرے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی۔ حق تعالیٰ نے دائرہ نبوت آدم سے شروع کیا اور اس دائرہ کو حضرت عیسیٰ سے ختم کیا اور نبی اکرم سرور عالم محمد رسول اللہ صلعم کی ذاتِ بابرکات کو دائرہ نبوت کا مرکزی نقطہ بنایا۔ نبوت والے لئے ضروری ہے کہ صاحب نبوت مرد ہو۔ عورت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے دائرہ نبوت کو مرد سے شروع کیا۔ اور فقط مرد سے فقط عورت (حوّا) کو پیدا کیا پھر جب دائرہ نبوت ختم کیا تو فقط عورت (مریمؑ) سے فقط مرد (عیسیٰؑ) کو پیدا کیا۔ تاکہ دائرہ نبوت کی ابتداء اور انتہا دونوں متناسب رہیں۔

آدمؑ کے ضمیر میں مٹی شامل تھی اس لئے اُن کو آسمان سے زمین پر اُتارا اور حضرت عیسیٰؑ نفخہ جبرئیلؑ سے پیدا ہوئے اس لئے اُن کو

زمین سے آسمان

پر اُٹھا لیا۔

جسمانی حیثیت سے حضرت مسیح کا تعلق حضرت مریم کی سے ہے اور روحانی حیثیت سے افضل الملائکہ المقربین جبرئیل امین سے ہے بصورت اگرچہ آپ کی بشری اور انسانی ہے مگر آپ کی فطرت اور اصلی حقیقت ملکی اور جبرئیلی ہے۔

نقشِ آدم لیک معنیٰ جبرئیل
راستہ از جملہ ہوا و قال و قیل

اور اسی بناء پر آپ کو كَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ

(ترجمہ:- عیسیٰ ایک کلمہ اور روح ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جن کو مریمؑ کی طرف ڈالا گیا۔ چونکہ آپ کو حق تعالےٰ نے رُوْحٌ مِّنْهُ فرمایا اور روح کا خاصہ یہ ہے کہ جس شئے سے وہ ملتی ہے۔ اس کو زندہ کر دیتی ہے اس لئے آپ کو احیائے موتی کا معجزہ عطا کیا گیا۔ اور چونکہ آپ کی ولادت میں نفخہ جبرئیل کو دخل تھا۔

نَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا

(ترجمہ:- ہم نے اس میں اپنی ایک خاص روح بذریعہ نفخہ جبرئیل پھونکی۔ اس لئے

فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ

(ترجمہ:- میں اس میں پھونک مارتا ہوں پس وہ باذن اللہ پرندہ ہو جاتا ہے) کا معجزہ دیا گیا۔

سو یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ کی اصلی فطرت ملکی ہے۔ اور آپ کا اصل تعلق جبرئیلؑ اور ملائکہ مقربین سے ہے اور دوسرا تعلق آپ کا حضرت مریم سے ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ دونوں قسم کا تعلق معرض ظہور میں آئے۔ کچھ حصہ حیات کا ملائکہ مقربین کے ساتھ گذارے اور کچھ حصہ زندگی کا بنی نوع انسان کے ساتھ۔

دستور یہ ہے کہ اگر ولادت اتفاقاً بجائے وطن اصلی کے وطن اقامت میں ہو جاتی ہے تو چند روز کے بعد وطن اصلی میں بچہ کو ضرور لے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ بچہ اپنے وطن اصلی کی زیارت سے محروم نہ رہے۔ اور چونکہ جناب مسیح کی ولادت نفخہ جبرئیل سے ہوئی ہے اس لئے اگر سماوات کو جناب مسیح کا وطن کہا جائے تو کچھ غیر مناسب نہ ہوگا۔ مگر جسمانی حیثیت سے موت طبعی کا آنا بھی لازمی تھا۔ اس لئے آپ کے لئے نزول من السماء مقدر ہوا۔ اور چونکہ رفع الی السماء فطرتِ ملکی اور تشبہ بالملائکہ کی بنا پر تھا۔ اس لئے قبل الرفع آپ نے نکاح بھی نہیں فرمایا۔ کیونکہ ملائکہ میں نکاح کا سلسلہ نہیں۔

اور نزول چونکہ جسمانی اور بشری تعلق کی بناء پر ہوگا۔ اس لئے بعد نزول نکاح بھی فرمائیں گے اور اولاد بھی ہوگی۔ اور وفات پا کر روضۂ اقدس میں دفن ہوں گے۔

حضرت جبرئیلؑ کا عروج و نزول قرآن میں خاص طور پر ذکر کیا گیا۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ (ترجمہ) فرشتہ اور روح (جبرئیل) آسمان پر جاتے ہیں۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ (ترجمہ) فرشتہ اور روح (جبرئیل) آسمان سے اُترتے ہیں۔

اس لئے مناسب ہوا کہ کم از کم ایک مرتبہ آپ کے لئے بھی عروج الی السماء اور نزول ہو تاکہ آپ کی فطرت کا ملکی ہونا اور نفخہ روح القدس سے پیدا ہونا اور ظلِ جبرئیل ہونا خوب عیاں ہو جائے بلکہ جس طرح حضرت جبرئیل کو روح کہا گیا۔ اسی طرح جناب مسیح کو بھی روح کہا گیا ہے۔

كَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ

(ترجمہ:- وہ ایک کلمہ ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے جن کو مریمؑ کی طرف ڈالا۔ پس جس طرح روح یعنی جبرئیل کے لئے عروج و نزول ہونا چاہئے۔ اور چونکہ حضرت مسیح کو سراپا رُوح قرار دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ وہ سراپا ایک رُوح ہیں۔ اور یہ نہیں کہا گیا فِيْهِ رُوْحٌ یعنی اس میں رُوح ہے۔ اس لئے یہود قتل پر قادر نہیں ہوئے۔ کیونکہ روح کا قتل کسی طرح ممکن نہیں

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ

ترجمہ:- اُسی کی طرف کلمات طیبات چڑھتے ہیں۔ اور وہی عمل صالح کو بلند کرتا ہے اس لئے آپ کا رفع الی السماء اور بھی مناسب ہوا۔ نیز خدا کا کلمہ کسی کے پست کرنے سے کبھی پست نہیں ہو سکتا۔ خدا کا کلمہ ہمیشہ بلند ہی رہا کرتا ہے۔

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا۔

(ترجمہ:- اور خدا تعالےٰ نے کافروں کے کلمہ کو پست کر دیا۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ رُوح اللہ (کلمۃ اللہ) کو آسمان پر اٹھایا۔ اور چونکہ آپ کی ولادت کے وقت حضرت جبرئیلؑ انسانی شکل میں تھے۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا

اس لئے رفع الی السماء کے وقت ایک شخص (ططیانوس) آپ کے ہم شکل بنا کر صلیب دے دیا گیا۔

عیسیٰؑ کو دجال کے قتل کے لئے کیوں مخصوص کیا گیا۔

سُنّتِ الٰہی اس طرح جاری ہے کہ جب کسی شئے کو پیدا کرتے ہیں تو ساتھ ساتھ اس کے مقابل اور اس کی ضد کو بھی پیدا کرتے ہیں۔ جب تک شیطان زندہ ہے اس وقت اس کے مقابلہ کے لئے ملائکہ کرام بھی زندہ ہیں جس طرح شیاطین کو ہر طرح کے تشکّل اور تمثّل کی اور عروج و نزول کی اور مشرق سے مغرب تک ایک آن میں منتقل ہونے کی طاقت عطا کی گئی اسی طرح بالمقابل ملائکہ کرام کو بھی یہ طاقتیں مکمّل طور پر عطا کی گئیں تاکہ تقابل مکمل رہے۔ قلب انسانی کے ایک جانب اگر شیطان ہے تو دوسری جانب اس کے مقابل ایک فرشتہ موجود ہے۔

چنانچہ اوّلاً ایسی ذات کو پیدا فرمایا کہ جس کی حقیقت

اور اصل فطرت شیطانی اور صورت اس کی جسمانی اور انسانی ہے یعنی مسیح الدجال جیسا کہ فتح الباری میں منقول ہے کہ دجال در اصل شیطان ہے یعنی حقیقت اس کی شیطانی ہے اور صورت اس کی انسانی ہے۔ وہ ایک جزیرہ میں مقید ہے۔ اس دجال کو ایک جزیرہ میں قید کرنے والے حضرت سلیمانؑ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حق تعالے نے اولاً دجال کو پیدا کیا۔ کہ جس کی حقیقت شیطانی اور صورت انسانی ہے۔ اس کے بعد اس کے مقابلہ کے لئے ایک ایسے نبی کو پیدا فرمایا۔ کہ جس کی فطرت اور اصل حقیقت ملکی اور جبرئیلی اور صورت اس کی بشری اور انسانی ہے اور ایسے نبی سوائے جناب مسیح بن مریمؑ کے کوئی نظر نہیں آتے۔ پھر جس طرح دجال یہود بنی اسرائیل میں سے ہے(۱) جس طرح دجال کو ایک جزیرہ میں محبوس کر کے ایک طویل حیات عطا کی گئی۔ اسی طرح اس کے مقابل جناب مسیح ابن مریمؑ کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا اور قیامت تک آپ کو قتل دجال کے لئے زندہ رکھا گیا اور اسی وجہ سے احادیث میں دجال کے لیے یخرج اور یظہر کا لفظ آیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دجال موجود ہے مگر ابھی ظاہر نہیں ہوا جیسا کہ جناب مسیحؑ کے متعلق ینزل من السماء کا لفظ آیا ہے۔

دجال جس وقت ظاہر ہوگا تو اُدھیڑ عمر کا ہوگا۔ اسی طرح جناب مسیحؑ جب آسمان سے نازل ہوں گے تو کہل ہوں گے۔ دجال دعویٰ اُلوہیت کا کرے گا۔ اور عیسیٰؑ کا پہلا لفظ انّی عبدُ اللہ تھا۔ دجال بطور استدراج چند روز کے لئے مردوں کو زندہ کرے گا۔ اس لئے اس کے مقابل آپ کو احیائے موتیٰ کا معجزہ عطا کیا گیا۔ جس طرح حضرت مسیح کو آیۃً للناس کہا گیا۔ اسی طرح دجال کو بھی آیت کہا گیا ہے غرض یہ کہ جناب مسیح ابن مریمؑ اور دجال کے اوصاف اور احوال میں اس درجہ مقابلہ کی رعایت رکھی گئی کہ لقب تک میں تقابل کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ جس طرح عیسیٰؑ کا لقب مسیح ہدایت رکھا گیا۔ اسی طرح دجال کا لقب مسیح الدجال رکھا گیا۔ چونکہ دجال ملکِ شام میں ظاہر ہوگا۔ اس لئے جناب مسیح بھی اس کے قتل کے لئے شام میں جامعہ دمشق کے مشرقی مینار پر نازل ہوں گے۔ اور بابِ لُد کے قریب اُسے قتل کریں گے۔ اور دجال چونکہ ظاہر ہو کر شدید فساد برپا کرے گا۔ اس لئے جناب مسیحؑ حکم و عدل ہو کر نازل ہوں گے۔ اور چونکہ دجال کے ساتھ زمین کے خزانے ہوں گے۔ اس لئے اس کے مقابل جناب مسیحؑ اتنا مال تقسیم فرمائیں گے۔ کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ہوگا۔ اور چونکہ بغض و عداوت یہود کا خاص شعار ہے۔ اس لئے اس کو یک لخت مٹا دیں گے۔ اور چونکہ دجال یہود میں سے ہوگا اور اسی وقت سے زندہ ہے۔ اس لئے حضرت مسیح ابن مریمؑ فقط دجال کو قتل فرمائیں گے اور باقی دجال کے معاون اور مددگار کافر ہوں گے اس لئے ان کا مقابلہ اس وقت کے مسلمان امام مہدی کے ماتحت ہو کر کریں گے۔ اور چونکہ یہود اپنی دشمنی اور عداوت کی وجہ سے جناب مسیح ابن مریم پر ایمان نہ لاتے تھے۔ اس لئے نزول کے بعد وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور نصاریٰ ظاہراً ایمان تو لاتے مگر عقیدہ ابنیت کی وجہ سے وہ ایمان کفر سے بھی بڑھ کر تھا۔ اس لئے ان کی اصلاح فرمائیں گے۔ اور آپ کی اصلاح سے وہ صحیح ایمان لے آئیں گے۔ غرضیکہ کل اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔

وَ اِنْ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ
اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ
وَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ
شَھِیْدًا ۝

اور نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور ایمان لائے گا حضرت عیسےٰؑ پر اُن کی وفات سے پہلے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ اُن پر گواہ ہوں گے۔

اور چونکہ امام مہدی کے خاندان سے یزید نے خلافت سلب کی تھی اس لئے اس کے صلہ میں امام مہدی کو تمام روئے زمین کی خلافت اور سلطنت عطا ہوگی۔ جناب مسیح نہ کوئی سلطنت رکھتے تھے اور نہ خلافت۔ آپؑ تو نبی اور رسول تھے۔ مگر یہود تو ایمان نہ لائے اور نصاریٰ غلط ایمان لائے۔ اس لئے نزول کے بعد کوئی شخص اہل کتاب میں سے ایسا باقی نہ رکھا جائے گا۔ کہ جو آپ پر ایمان نہ لائے۔

دجال اس امت میں کیوں ظاہر ہوگا

نظام عالم میں ایک نظر ڈالنے سے ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ ہر سلسلہ کا سرچشمہ اور کوئی نہ کوئی معدن ضرور ہے سو اس عالم میں ایک منبع ایمان کا ہے۔ جس سے تمام مومنین کے ایمان مستفاد ہیں اور ایک مخزن کفر کا ہے جس سے تمام کافروں سے کفر نکلتے ہیں۔ سو مخزنِ ایمان ذاتِ بابرکات نبی اکرمؐ ہیں اور مخزنِ کفر دجال اکبر ہے۔ جس طرح نبی اکرمؐ ارواح مومنین کے لئے روحانی والد ہیں۔ اسی طرح دجال ارواح کافرین کے لئے روحانی والد ہیں دجال ابوالکافرین اور نبی اکرمؐ ابوالمومنین ہیں۔ اور جس طرح آپ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔ اسی طرح دجال اکبر خاتم الدجالین ہے جس طرح خاتم الانبیاء کی ایک مہر نبوت ہے۔ اسی طرح خاتم الدجالین کی مہر کفر ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْہِ کافر۔ یعنی دجال کی پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا۔ قیامت کے قریب مومنین کا ایمان دابۃ الارض کے ذریعہ سے اور کافرین کا کفر پیشانی پر ظاہر کیا جائے گا۔ انہی پر سلسلہ ایمان اور کفر کا ختم کر کے قیامت قائم ہوگی۔ قیامت کے قریب ایک جانور نکلے گا۔ جس کے ہاتھ میں ایک مہر ہوگی۔ مومن کی پیشانی پر سفید نقطہ اور کافر کے ماتھے پر سیاہ نقطہ لگائے گا۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ آنحضرتؐ اپنے دستِ مُبارک سے دجال کو کیوں قتل نہیں کریں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی ذات بابرکات کا نہ کوئی مماثل ہے اور نہ مقابل۔ جس طرح آفتاب کے سامنے کسی ظلمت کا ظاہر ہونا ناممکن اور محال ہے۔ اسی طرح آفتاب رسالت کے سامنے ظلمت کا ظاہر ہونا محال ہے۔ دیگر ایمان ا[illegible] نصرت کا عہد دوسرے انبیاء سے لیا گیا ہے لہٰذا امداد کے لئے انبیائے سابقین سے کوئی نبی دجال کا مقابل ہونا چاہئے۔ تاکہ نبی اکرمؐ کی طرف سے آپ کی اُمت کی نصرت ظہور میں آئے۔ جناب مسیح ابن مریم آنحضرتؐ کے خاص نائب ہیں۔ حضرت عیسےٰ نے اپنے آپ کو عبداللہ کہا ہے۔ اور آنحضرتؐ کو باری تعالےٰ نے عبدیت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور غالباً اسی نیابت خ[illegible] کی وجہ سے حضرت مسیح نے آنحضرتؐ کی آمد کی بشارت دی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پاس شفاعت کے لئے حاضر ہوں گے تو عیسیٰؑ اس وقت یہ جواب دیں گے کہ آج تو خاتم النبیین تشریف فرما ہیں۔ اُن سے شفاعت کی درخواست کرو۔

ایک حدیث میں نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: عیسیٰ ابن مریمؑ سے بہت ہی اقرب ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان میں کوئی نبی نہیں اور غالباً حضرت مسیح کو نبی اکرم کی طرح معراج جسمانی میں شریک کرنا اسی اولویت کی وجہ سے ہو۔ اور جس طرح خاتم الانبیاء کے پیشتر نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ اسی طرح خاتم الدجال سے دجل کا مدار اصل میں خاتم الانبیاء کے جانے کے بعد دعوئے نبوت و رسالت پر۔ آپ نے دجالین کی علامت یہی قرار دی ہے

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) قوم یاجوج ماجوج کا نکلنا (۶) اور عیسیٰ ؑ کا نازل ہونا (۷) مشرق میں زمین کا دھنس جانا (۸) غرب میں زمین کا دھنس جانا (۹) جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا اور زمین میں ایک آگ کا ظاہر ہونا۔

اہل کتاب کے جتنے بھی فرقے ہیں وہ حضرت عیسیٰ ؑ پر اُن کی موت سے پہلے یقین لائیں گے۔ اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ ؑ اُن پر گواہ ہوں گے۔ پ ۶ ع ۲

حضرت عیسیٰ ؑ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جب دجال پیدا ہوگا۔ تب اس جہاں میں تشریف لاکر اسے قتل کریں گے وہ یہود و نصاریٰ اُن پر ایمان لائیں گے کہ بے شک عیسیٰ زندہ ہیں۔ مرے نہ تھے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ ؑ اُن کے حالات اور اعمال کو ظاہر کریں گے کہ یہود نے میری تکذیب اور مخالفت کی تھی اور نصاریٰ نے مجھ کو خدا کا بیٹا کہا۔

بے شمار احادیث نزول کے متعلق ہیں۔ ان سے بھی یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ نزول تبھی ہوگا جب پہلے رفع ہوگا۔ جب تک پہلے کوئی چیز اوپر کو اٹھائی جائے اس کا نزول ناممکن ہے۔

اسرارِ نزولِ عیسیٰ ابن مریم

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ

(ترجمہ:- اللہ تعالےٰ کے نزدیک عیسیٰ ؑ کی شان آدم علیہم السلام جیسی ہے۔

قرآن کریم سے صرف دو پیغمبروں کی فطرت بیان کی ہے۔ ایک حضرت آدم کی اور دوسرے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی۔ حق تعالیٰ نے دائرہ نبوت آدم سے شروع کیا اور اس دائرہ کو حضرت عیسیٰ سے ختم کیا اور نبیِ اکرم سرورِ عالم محمد رسول اللہ صلعم کی ذاتِ بابرکات کو دائرہ نبوت کا مرکزی نقطہ بنایا۔ نبوت والے کے لئے ضروری ہے کہ صاحب نبوت مرد ہو۔ عورت نہیں ہوسکتی۔ اس لئے دائرہ نبوت کو مرد سے شروع کیا۔ اور فقط مرد سے فقط عورت (حوّا) کو پیدا کیا پھر جب دائرہ نبوت ختم کیا تو فقط عورت (مریم) سے فقط مرد (عیسیٰ ؑ) کو پیدا کیا۔ تاکہ دائرہ نبوت کی ابتداء اور انتہا دونوں متناسب رہیں۔

آدم ؑ کے خمیر میں مٹی شامل تھی۔ اس لئے اُن کو آسمان سے زمین پر اُتارا اور حضرت عیسیٰ ؑ نفخہ جبرئیل ؑ سے پیدا ہوئے اس لئے اُن کو

زمین سے آسمان

اُٹھالیا۔

جسمانی حیثیت سے حضرت مسیح کا تعلق حضرت مریم سے ہے اور روحانی حیثیت سے افضل الملائکۃ المقربین جبرئیل امین سے ہے بصورت اگرچہ آپ کی بشری اور انسانی ہے مگر آپ کی فطرت اور اصلی حقیقت ملکی اور جبرئیلی ہے۔

نقشِ آدم لیک معنٰی جبرئیل
راستہ از جملہ ہوا و قال و قیل

اور اسی بناء پر آپ کو کَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْہُ

(ترجمہ:- عیسیٰ ایک کلمہ اور رُوح ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جن کو مریم ؑ کی طرف ڈالا گیا۔ چونکہ آپ کو حق تعالےٰ نے رُوْحٌ مِّنْہُ فرمایا اور رُوح کا خاصہ یہ ہے کہ جس شئے سے وہ ملتی ہے۔ اس کو زندہ کردیتی ہے اس لئے آپ کو احیائے موتی کا معجزہ عطا کیا گیا۔ اور چونکہ آپ کی ولادت میں نفخۂ جبرئیل کو دخل تھا۔

فَنَفَخْنَا فِیْھَا مِنْ رُّوْحِنَا

(ترجمہ۔ ہم نے اس میں اپنی ایک خاص روح بذریعہ نفخۂ جبرئیل پھونکی۔ اس لئے

فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ

(ترجمہ:- میں اس میں پھونک مارتا ہوں پس وہ باذن اللہ پرندہ ہوجاتا ہے) کا معجزہ دیا گیا۔

سو یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ کی اصلی فطرت ملکی ہے۔ اور آپ کا اصل تعلق جبرئیل ؑ اور ملائکہ مقربین سے ہے اور دوسرا تعلق آپ کا حضرت مریم سے ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ دونوں قسم کا تعلق معرضِ ظہور میں آئے۔ کچھ حصۂ حیات کا ملائکہ مقربین کے ساتھ گذارے اور کچھ حصہ زندگی کا بنی نوعِ انسان کے ساتھ۔

دستور یہ ہے کہ اگر ولادت اتفاقاً بجائے وطن اصلی کے وطن اقامت میں ہوجاتی ہے تو چند روز کے بعد وطن اصلی میں بچہ کو ضرور لے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ بچہ اپنے وطن اصلی کی زیارت سے محروم نہ رہے۔ اور چونکہ جناب مسیح کی ولادت نفخۂ جبرئیل سے ہوئی ہے اس لئے اگر سمٰوٰت کو جناب مسیح کا وطن کہا جائے تو کچھ غیر مناسب نہ ہوگا۔ مگر جسمانی حیثیت سے موت طبعی کا آنا بھی لازمی تھا۔ اس لئے آپ کے لئے نزول من السماء مقدر ہوا۔ اور چونکہ رفع الی السماء فطرتِ ملکی اور تشبہ بالملائکہ کی بنا پر تھا۔ اس لئے قبل الرفع آپ نے نکاح بھی نہیں فرمایا۔ کیونکہ ملائکہ میں نکاح کا سلسلہ نہیں۔

اور نزول چونکہ جسمانی اور بشری تعلق کی بناء پر ہوگا۔ اس لئے بعد نزول نکاح بھی فرمائیں گے اور اولاد بھی ہوگی۔ اور وفات پاکر روضۂ اقدس میں دفن ہوں گے۔

حضرت جبرئیل ؑ کا عروج و نزول قرآن میں خاص طور پر ذکر کیا گیا۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ (ترجمہ) فرشتے اور روح (جبرئیل) آسمان پر جاتے ہیں۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ (ترجمہ) فرشتے اور روح (جبرئیل) آسمان سے اُترتے ہیں۔

اس لئے مناسب ہوا کہ کم از کم ایک مرتبہ آپ کے لئے بھی عروج الی السماء اور نزول ہو تاکہ آپ کی فطرت کا ملکی ہونا اور نفخۂ روح القدس سے پیدا ہونا اور ظلِ جبرئیل ہونا خوب عیاں ہوجائے بلکہ جس طرح حضرت جبرئیل کو روح کہا گیا۔ اسی طرح جناب مسیح کو بھی روح کہا گیا ہے۔

کَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ

(ترجمہ:- وہ ایک کلمہ ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے جن کو مریم ؑ کی طرف ڈالا۔ پس جس طرح روح یعنی جبرئیل کے لئے عروج و نزول ہونا چاہئے۔ اور چونکہ حضرت مسیح کو سراپا رُوح قرار دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ وہ سراپا ایک رُوح ہیں۔ اور یہ نہیں کہا گیا فِیْہِ رُوْحٌ یعنی اس میں رُوح ہے۔ اس لئے یہود قتل پر قادر نہیں ہوئے۔ کیونکہ روح کا قتل کسی طرح ممکن نہیں

اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ

ترجمہ:- اُسی کی طرف کلماتِ طیبات چڑھتے ہیں۔ اور وہی عملِ صالح کو بلند کرتا ہے۔ اس لئے آپ کا رفع الی السماء اور بھی مناسب ہوا۔ نیز خُدا کا کلمہ کسی کے پست کرنے سے کبھی پست نہیں ہو سکتا۔ خدا کا کلمہ ہمیشہ بلندی رہا کرتا ہے۔

وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا۔

(ترجمہ:- اور خدا تعالےٰ نے کافروں کے کلمہ کو پست کردیا۔ اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ رُوح اللہ (کلمۃ اللہ) کو آسمان پر اٹھایا۔ اور چونکہ آپ کی ولادت کے وقت حضرت جبرئیل ؑ انسانی شکل میں تھے۔ فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا

اس لئے رفع الی السماء کے وقت ایک شخص (تطیانوس) آپ کے ہم شکل بنا کر صلیب دیدیا گیا۔

عیسیٰ ؑ کو دجّال کے قتل کے لئے کیوں مخصوص کیا گیا۔

سُنّتِ الٰہی اس طرح جاری ہے کہ جب کسی شئے کو پیدا کرتے ہیں تو ساتھ ساتھ اس کے مقابل اور اس کی ضد کو بھی پیدا کرتے ہیں۔ جب تک شیطان زندہ ہے اس وقت اس کے مقابلہ کے لئے ملائکہ کرام بھی زندہ ہیں جس طرح شیاطین کو ہر طرح کے تشکّل اور تمثّل کی اور عروج و نزول کی اور شرق سے غرب تک ایک آن میں منتقل ہونے کی طاقت عطا کی گئی اسی طرح بالمقابل ملائکہ کرام کو بھی یہ طاقتیں مکمل طور پر عطا کی گئیں تاکہ تقابل مکمل رہے۔ قلب انسانی کے ایک جانب اگر شیطان ہے تو دوسری جانب اس کے مقابل ایک فرشتہ موجود ہے۔

چنانچہ اوّلاً ایسی ذات کو پیدا فرمایا کہ جس کی حقیقت

اور اصل فطرت شیطانی اور صورت اس کی جسمانی اور انسانی ہے یعنی مسیح الدجال جیساکہ فتح الباری میں منقول ہے کہ دجال در اصل شیطان ہے یعنی حقیقت اس کی شیطانی ہے اور صورت اس کی انسانی ہے۔ وہ ایک جزیرہ میں مقید ہے۔ اس دجال کو ایک جزیرہ میں قید کرنے والے حضرت سلیمانؑ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حق تعالے نے اولاً دجال کو پیدا کیا۔ کہ جس کی حقیقت شیطانی اور صورت انسانی ہے۔ اس کے بعد اس کے مقابلہ کے لئے ایک ایسے نبی کو پیدا فرمایا۔ کہ جس کی فطرت اور اصل حقیقت ملکی اور جبرئیلی اور صورت اس کی بشری اور انسانی ہے اور ایسے نبی سوائے جناب مسیح بن مریمؑ کے کوئی نظر نہیں آتے۔ پھر جس طرح دجال یہود بنی اسرائیل میں سے ہے[۱۰] جس طرح دجال کو ایک جزیرہ میں محبوس کر کے ایک طویل حیات عطا کی گئی۔ اسی طرح اس کے مقابل جناب مسیح ابن مریمؑ کو آسمان پر زندہ اٹھایا گیا اور قیامت تک آپ کو قتل دجال کے لئے زندہ رکھا گیا اور اسی وجہ سے احادیث میں دجال کے لیے یخرج اور یظہر کا لفظ آیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دجال موجود ہے مگر ابھی ظاہر نہیں ہوا جیساکہ جناب مسیحؑ کے متعلق ینزل من السماء کا لفظ آیا ہے۔

دجال جس وقت ظاہر ہوگا تو ادھیڑ عمر کا ہوگا۔ اسی طرح جناب مسیحؑ جب آسمان سے نازل ہوں گے تو کہل ہوں گے۔ دجال دعویٰ الوہیت کا کرے گا۔ اور عیسیٰؑ کا پہلا لفظ انی عبد اللہ تھا۔ دجال بطور استدراج چند روز کے لئے مردوں کو زندہ کرے گا۔ اس لئے اس کے مقابل آپ کو احیائے موتیٰ کا معجزہ عطا کیا گیا۔ جس طرح حضرت مسیح کو آیۃ اللناس کہا گیا۔ اسی طرح دجال کو بھی آیت کہا گیا ہے غرض یہ کہ جناب مسیح ابن مریمؑ اور دجال کے اوصاف اور احوال میں اس درجہ مقابلہ کی رعایت رکھی گئی کہ لقب تک میں تقابل کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ جس طرح عیسیٰؑ کا لقب مسیح ہدایت رکھا گیا۔ اسی طرح دجال کا لقب مسیح الدجال رکھا گیا۔ چونکہ دجال ملکِ شام میں ظاہر ہوگا۔ اس لئے جناب مسیح بھی اس کے قتل کے لئے شام میں جامعہ دمشق کے مشرقی مینار پر نازل ہوں گے۔ اور باب لُدّ کے قریب اُسے قتل کریں گے۔ اور دجال چونکہ ظاہر ہو کر شدید فساد برپا کرے گا۔ اس لئے جناب مسیحؑ حکم و عدل ہو کر نازل ہوں گے۔ اور چونکہ دجال کے ساتھ زمین کے خزانے ہوں گے۔ اس لئے اس کے مقابل جناب مسیحؑ اتنا مال تقسیم فرمائیں گے۔ کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ہوگا۔ اور چونکہ بغض و عداوت یہود کا خاص شعار ہے۔ اس لئے اس کو یک لخت مٹا دیں گے۔ اور چونکہ دجال یہود میں سے ہوگا اور اسی وقت سے زندہ ہے۔ اس لئے حضرت مسیح ابن مریمؑ فقط دجال کو قتل فرمائیں گے اور باقی دجال کے معاون اور مددگار کافر ہوں گے اس لئے ان کا مقابلہ اس وقت کے مسلمان امام مہدی کے ماتحت ہو کر کریں گے۔ اور چونکہ یہود اپنی دشمنی اور عداوت کی وجہ سے جناب مسیح ابن مریم پر ایمان نہ لائے تھے۔ اس لئے نزول کے بعد وہ آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ اور نصاریٰ ظاہراً ایمان تو لائے مگر عقیدہ ابنیت کی وجہ سے وہ ایمان کفر سے بھی بڑھ کر تھا۔ اس لئے ان کی اصلاح فرمائیں گے۔ اور آپ کی اصلاح سے وہ صحیح ایمان لے آئیں گے۔ غرضیکہ کل اہل کتاب ایمان لے آئیں گے۔

وَ اِن مِن اَھلِ الکتابِ اِلاَّ لَیُؤمِنَنَّ بِہٖ قَبلَ مَوتِہٖ وَ یَومَ القِیٰمَۃِ یَکُونُ عَلَیہِم شَہِیدًا ۝

اور نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر ضرور ایمان لائے گا حضرت عیسےٰؑ پر اُن کی وفات سے پہلے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ اُن پر گواہ ہوں گے۔

اور چونکہ امام مہدی کے خاندان سے یزید نے خلافت سلب کی تھی اس لئے اس کے صلہ میں امام مہدی کو تمام روئے زمین کی خلافت اور سلطنت عطا ہوگی۔ جناب مسیح نہ کوئی سلطنت رکھتے تھے اور نہ خلافت۔ آپ تو نبی اور رسول تھے۔ مگر یہود تو ایمان نہ لائے اور نصاریٰ غلط ایمان لائے۔ اس لئے نزول کے بعد کوئی شخص اہل کتاب میں سے ایسا باقی نہ رکھا جائے گا۔ کہ جو آپ پر ایمان نہ لائے۔

دجال اس امت میں کیوں ظاہر ہوگا

نظام عالم میں ایک نظر ڈالنے سے ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ ہر سلسلہ کا سرچشمہ اور کوئی نہ کوئی معدن ضرور ہے سو اس عالم میں ایک منبع ایمان کا ہے۔ جس سے تمام مومنین کے ایمان مستفاد ہیں اور ایک مخزن کفر کا ہے جس سے تمام کافروں سے کفر نکلتے ہیں۔ سو مخزنِ ایمان ذاتِ بابرکات نبی اکرمؐ ہیں اور مخزنِ کفر دجال اکبر ہے۔ جس طرح نبی اکرمؐ ارواح مومنین کے لئے روحانی والد ہیں۔ اسی طرح دجال ارواح کافرین کے لئے روحانی والد ہیں دجال ابوالکافرین اور نبی اکرمؐ ابوالمومنین ہیں۔ اور جس طرح آپ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔ اسی طرح دجال اکبر خاتم الدجالین ہے جس طرح خاتم الانبیاء کی ایک مہر نبوت ہے۔ اسی طرح خاتم الدجالین کی مہر کفر ہے۔ جیساکہ حدیث میں ہے مَکتُوبٌ بَینَ عَینَیہِ کافر۔ یعنی دجال کی پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا۔ قیامت کے قریب مومنین کا ایمان دابۃ الارض کے ذریعہ سے اور کافرین کا کفر پیشانی پر ظاہر کیا جائے گا۔ انہی پر سلسلہ ایمان اور کفر کا ختم کر کے قیامت قائم ہوگی۔ قیامت کے قریب ایک جانور نکلے گا۔ جس کے ہاتھ میں ایک مہر ہوگی۔ مومن کی پیشانی پر سفید نقطہ اور کافر کے ماتھے پر سیاہ نقطہ لگائے گا۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ آنحضرتؐ اپنے دستِ مُبارک سے دجال کو کیوں قتل نہیں کریں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی ذات بابرکات کا نہ کوئی مماثل ہے اور نہ مقابل۔ جس طرح آفتاب کے سامنے کسی ظلمت کا ظاہر ہونا ناممکن اور ہے۔ اسی طرح آفتاب رسالت کے سامنے ظلمت کا ظاہر ہونا محال ہے۔ دیگر ایمان ا[illegible] نصرت کا عہد دوسرے انبیاء سے لیا گیا ہے لہٰذا امداد کے لئے انبیائے سابقین سے کوئی نبی دجال کا مقابل ہونا چاہیئے۔ تاکہ نبی اکرمؐ کی طرف سے آپ کی اُمت کی نصرت ظہور میں آئے۔ جناب مسیح ابن مریم آنحضرتؐ کے خاص نائب ہیں۔ حضرت عیسےٰ نے اپنے آپ کو عبداللہ کہا ہے۔ اور آنحضرتؐ کو باری تعالےٰ نے عبدیت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور غالباً اسی نیابت خ[illegible] کی وجہ سے حضرت مسیح نے آنحضرتؐ کی آمد بشارت دی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب لوگ حضرت عیسیٰؑ کے پاس شفاعت کے لئے حاضر ہوں تو عیسیٰؑ اس وقت یہ جواب دیں گے کہ آ[illegible] تو خاتم النبیین تشریف فرما ہیں۔ اُن سے شفا[illegible] کی درخواست کرو۔

ایک حدیث میں نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:۔ عیسیٰ ابن مریمؑ سے بہت ہی اقرب ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان میں کوئی نبی نہیں اور غالباً حـ[illegible] مسیح کو نبی اکرم کی طرح معراج جسمانی میں شـ[illegible] کرنا اسی اولویت کی وجہ سے ہو۔ اور جس خاتم الانبیاء کے پیشتر نبوت و رسالت کا سلـ[illegible] جاری رکھا گیا۔ اسی طرح خاتم الدجال سے دجل کا مدار اصل میں خاتم الانبیاء کے جانے کے بعد دعوئے نبوت و رسالت پر آپ نے دجالین کی علامت یہی قرار دی ہے

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

۱۰۔ اسی طرح ابن مریم بھی بنی اسرائیل سے ہیں

حکام کے اعمال کا محاسبہ

از ـــــ ملک خورشید ابن محمد عبداللطیف صاحب کہروڑ پکا ـ ضلع ملتان

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ حکام کے اعمال کے محاسبہ اور افرادِ ملت کے اخلاق و عادات کی نگرانی کو سب سے اہم فریضہ سمجھتے تھے اور اس فرض کو نہایت سختی سے انجام دیتے تھے۔ وہ اپنے ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ وہ :۔

★ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا۔
★ باریک کپڑا نہیں پہنے گا۔
★ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔
★ دروازے پر دربان نہ رکھے گا اور اہلِ حاجت کے لئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔

(طبری صفحہ ۲۷۴۷)

علاوہ ازیں وہ ہر ایک عامل کے مال و اسباب کی فہرست تیار کروا کر محفوظ رکھتے، جب کبھی کسی عامل کی مالی حالت بڑھتی دیکھتے تو جائزہ لے کر آدھا آدھا مال بٹا لیتے اور بیت المال میں داخل کر دیتے۔

(فتوح البلدان ۲۱۹)

حج کے موقع پر مختلف علاقوں کے مسلمان اپنے حکام کی شکایتیں خلیفہ ثانی کے گوش گذار کرتے۔ تحقیقات کے بعد ذرا ذرا سی شکایتوں کا بھی تدارک کر دیا جاتا۔ (طبری صـ۲۶۵۷)

ایک دفعہ ایک شخص نے شکایت کی کہ فلاں عامل نے مجھ کو بلا قصور کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے تحقیقات کرنے کے بعد مستغیث کو حکم دیا کہ وہ عامل کو بر سرِ عام کوڑے لگائے۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ نے التجا کی خلیفۃ المسلمین۔ عُمّال پر یہ امر گراں گذرے گا۔

آپؓ نے فرمایا:" یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ملزم سے انتقام نہ لوں۔" (کتاب الخراج صفحہ ۶۶)

خدانخواستہ اگر حضرت عمرؓ عمرو بن العاصؓ فاتح مصر کے کہنے پر عُمّال کو مستثنیٰ قرار دے دیتے تو آج دُنیا میں اسلام کی تاریخ کو وہ بلند مقام حاصل نہ ہوتا جو اس وقت اسے حاصل ہے۔ یہ حضرت عمرؓ کی عدل گستری ہی تھی کہ چند ہی دنوں میں آقا و بندہ کی تمیز مٹ گئی۔ صدیوں کے ذات پات کے جھگڑے یک قلم کافور ہو گئے۔ فخارِ عرب جو فخر و غرور کو اپنا سرمایہ سمجھتے تھے۔ بانیٔ اسلامؐ اور اُن کی تعلیم کی وجہ سے حضرت بلالؓ جیسے بظاہر مفلس و نادار کو سیّدنا بلالؓ کہنے لگے۔

آج بھی ہماری اِس نوزائیدہ سلطنت کے اندر ایسے بزرگانِ کرام موجود ہیں جو دُنیاوی جاہ و حشمت سے تو خالی ہیں لیکن دینی، روحانی صولت و دبدبہ ایسا ہے کہ بے اختیار روز و شب اِن کی صحبت میں گزار دینے کو دل چاہتا ہے۔ ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

ایک دفعہ حضرت خالدؓ سیف اللہ نے جو تاجِ اسلام کے دُرِّ شہوار تھے، کسی شخص کو انعام دیا۔ اُڑتے اُڑتے یہ خبر خلیفۃ المسلمین کے کانوں تک پہنچ گئی۔ تحقیقات کے بعد سپہ سالارِ اسلام حضرت ابوعبیدہؓ کو لکھا کہ :۔

" خالدؓ نے اگر یہ انعام اپنی گرہ سے دیا ہے تو اسراف کیا ہے، اگر بیت المال سے دیا ہے۔ تو خیانت کی، دونوں صورتوں میں وہ معزولی کے قابل ہیں۔" (ابنِ اثیر جلد ۲ صـ۱۸)

عرب تلوار کے دھنی اور دل کے غنی تھے۔ خالدؓ کا انعام دینا عربوں کی اُن صفات سے تھا جس سے عجم عاری ہے مگر خلیفۃ المسلمین کی دقیقہ رس نگاہ نے محسوس کیا خالدؓ ایسے جری اور شجاع کا یوں انعام دینا خواہ اپنی گرہ ہی سے ہو اسراف ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دوسرے بھی ایسے اسراف پر خالدؓ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کمربستہ ہو جاتے۔ تو یتیموں اور ناداروں اور بیتیموں و بیواؤں کو کوئی بھی نہ پوچھتا۔ نتیجتاً اسلامی فتوحات کا وہ سلسلہ جو تشنۂ شہادت کے شوق میں بڑھتا چلا جا رہا تھا، ختم ہو جاتا۔ خدمتِ خلق کی وہ اسلامی سپرٹ جو رسولِ خداؐ نے مصائب کے پہاڑ سر پر اُٹھا کر پیدا کی تھی۔ سردارانِ اسلام کی اس روش سے فنا ہو جاتی۔

بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے خلاف شکائتیں گزریں، کہ اُنھوں نے :۔

" اسیرانِ جنگ میں سے ساٹھ رئیس زادے اپنے لئے رکھ چھوڑے ہیں۔"

" کاروبارِ حکومت زیاد ابنِ سفیان کے سپرد کر رکھا ہے۔"

" ان کے پاس ایک لونڈی ہے جس کو نہایت اعلیٰ درجہ کی غذا بہم پہنچائی جاتی ہے جو کہ عام مسلمانوں کو میسّر نہیں آسکتی۔"

مواخذہ کرنے پر دو اعتراضات کا جواب تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے تسلّی بخش دیا، مگر تیسری شکائت کا کچھ جواب نہ دے سکے۔ چنانچہ لونڈی ان کے پاس سے لے لی گئی۔ (طبری صـ۱۲ و ۲۷۱۱)

تاریخِ عالم دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ قوموں کو ایسے ہی افراد نے تباہی سے دوچار کیا جنہوں نے امتیازِ من و تو روا رکھا، وہ حکّام جو خود مرغن غذائیں کھائیں اور رعایا کے پاس روکھی سوکھی روٹی بھی نہ ہو، ایک دن وہ خود انہیں افراد کے ہاتھوں ذلّت سے مارے جاتے ہیں۔ حکّام کی عیّاشی محکوم کو آخر ایک دن ڈاکو بنا ڈالے گی۔ راحت سے وہ سو سکتا ہے جو دوسرے کو چین و آرام سے سونے دے،

کوفہ کے گورنر حضرت سعد بن وقاصؓ نے ایک محل تعمیر کرایا۔ جس کی ڈیوڑھی بھی تھی۔ حضرت عمرؓ نے مسلمہ بن محمد کو حکم دیا کہ جا کر ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں۔ چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی اور حضرت سعد بن وقاصؓ کے دیکھتے ہی دیکھتے ڈیوڑھی جل کر راکھ ہو گئی۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۵۵)

عامل مصر عیاض بن غنمؓ کے خلاف شکائت پہنچی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور اُن کے دروازہ پر دربان مقرر ہے۔ تحقیقات کی تو واقعی دروازہ پر دربان مقرر تھا اور عیاضؓ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اسی ہیئت اور لباس میں مدینہ لائے گئے۔ حضرت عمرؓ نے اُن کا باریک کرتہ اُتروایا اور بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکریاں چرانے کا حکم دیا۔ عیاضؓ کو انکار کی مجال نہ تھی۔ مگر بار بار یہ کہتے تھے کہ :۔

" اِس سے تو مر جانا بہتر ہے"

حضرت عمرؓ نے فرمایا :۔" یہ تو تمہارا آبائی پیشہ ہے۔ اس میں تمہیں عار کیوں ہے؟"

(کتاب الخراج صـ۶۶)

عیاضؓ نے دل سے توبہ کی، جب تک زندہ رہے اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔

باریک اور ریشمی لباس سے تن آسانی پیدا ہوتی ہے۔ دروازہ پر دربان رکھنا دل میں مزید کاہلی اور سستی پیدا کر دیتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں جو تن آسان ہو جاتی ہیں ؎

تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی
وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

افراد ہی ملت کے مقدر کا ستارہ ہوتے ہیں۔ حکمران کی عیّاشی، تن آسانی، خود غرضی ان پر جادو کا سا اثر کرتی ہے۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ قوموں کے لئے ان کے حکمرانوں کے عادات و اطوار نشانہائے راہ ہوتے ہیں۔ جن پر چل کر قومیں بامِ عروج پر پہنچ سکتی ہیں اور قعرِ مذلت میں بھی گر سکتی ہیں۔ آج ہماری اس سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے اندر ہمارے حکمرانوں کی عیاشی

(باقی صـ۱۹ پر)

علیٰ ہٰذا القیاس اِس کے علاوہ اَور بھی کئی مسائل شرعیہ اَیسے ہیں جو اِس مقدّس گروہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی قبروں پر بھی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اَور خدا کرے کہ یہ مقدّس گروہ قیامت تک زندہ اَور پائندہ رہے۔ آمین یا الٰہ العٰلمین۔

اِسلام کا اصلی نقشہ

برادران اِسلام۔ اسلام کا اصلی نقشہ اجمالاً میں نے سطور سابقہ میں پیش کر دیا ہے تاکہ انجمن حمائت اسلام کے سالانہ اجلاس کے پروگرام میں جو تھوڑا سا وقت میرے حصّہ میں آئے۔ اس میں عرض کر سکوں اور مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یقین کامل ہے کہ اس کی تصدیق میں ہزارہا علماء کرام کے تصدیقی دستخط لے سکتا ہوں۔

اِسلام کے اصلی نقشہ کی مخالفت کرنیوالے

(ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبیّن له الهدیٰ ویتّبع غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّیٰ ونصله جهنّم وساءت مصیرا) سورۃ النساء رکوع ۱۷ پارہ ۵

ترجمہ:۔ اَور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو۔ اَور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے، جدھر وہ خود پھر گیا ہے۔ اَور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اَور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

حاصل

اِس آئت کا حاصل یہ ہے۔ کہ جو شخص رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اَور آپ کے متبعین صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین والے اِسلام کی مخالفت کرے گا۔ وہ دنیا میں گمراہ رہے گا۔ اَور آخرت میں مردود بارگاہ الٰہی ہو کر جہنم میں جا داخل ہوگا۔ اللّٰھم اعذنا منہم

مسلمانوں کا اصلی فرض

برادرانِ اسلام، مسلمان دنیاوی کمالات کے کسی شعبہ میں بھی ترقی کرے۔ اِسلام اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ مسلمانوں پر بحیثیت مسلمان ہونے کے فقط یہ ذمّہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اِسلام کو زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے اَور یہ ذمّہ داری مسلم قوم کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے، خواہ عوام ہوں یا خواص، حاکم محکوم۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

باسمہٖ سبحانہٗ

وظائف ولطائف

رقم زدہ جناب خاموشؔ مبلّغ صاحب ملتان

چاند دیکھنے کی دُعا

(۱)

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ

ترجمہ:۔ اے اللہ یہ چاند ہم کو امن اور ایمان کے ساتھ دکھلا اور سلامتی اور اسلام کے چاند میرا اور تیرا پروردگار اللہ ہے۔

طلحہؓ بن عبید اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی رات کا چاند دیکھتے تھے۔ تو یہ دُعا فرماتے تھے (ترمذی ۱۲ مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات)

• • •

شب قدر کی دُعاء

(۲)

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

(ترجمہ:۔ اے اللہ تو صاحب کرم اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے لہٰذا مجھے معاف کر دے۔

(احمد۔ ابن ماجہ۔ ترمذی ۱۲۔ مشکوٰۃ باب لیلۃ القدر)

• • •

نئے کپڑے پہننے کی دُعا

(۳)

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْہِ اَسْأَلُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَہٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَہٗ

ترجمہ:۔ اے اللہ سب تعریف آپ کے لئے ہے۔ جیسا کہ آپ نے مجھ کو یہ کپڑا پہنایا میں آپ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس چیز کی بھلائی جس سے یہ بنایا گیا ہے۔ اور آپ سے اس کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں اور اس چیز کی بدی سے کہ یہ اس سے بنایا گیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نیا کپڑا پہنتے تھے تو اس کا نام (عمامہ کرتہ یا چادر) لے کر دعاء مذکورہ فرماتے تھے۔ (مشکوٰۃ کتاب اللباس)

• • •

نئے میوے دیکھنے کی دُعا

(۴)

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ مُدِّنَا

(ترجمہ: اے اللہ برکت دے ہمارے میوے میں اور ہمارے شہر میں برکت دے اور صاع اور مُد (پیمانے) میں برکت عطا فرما۔ (مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ ۱۲ حصن حصین)

• • •

(۵)

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ

(ترجمہ:۔ اے اللہ آپ نے میری صورت اچھی بنائی ہے اور سیرت و کردار بھی اچھا فرما دیجئے۔

(ابن حبان داری ۱۲ حصن حصین)

بقیہ حضرت عیسٰی السّلام

(صـ ۱۵ سے آگے)

آپ کے بعد اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ میں اللہ کا رسول بنایا گیا ہوں۔ اس کے دجّال ہونے کی قطعی اور یقینی دلیل ہے۔ نیز دجل کے معنی التباس کے ہیں۔ اور دعوائے الوہیت میں چنداں التباس اور اشتباہ نہیں جتنا کہ دعوائے نبوّت میں ہے۔ سو اس کی سزا بجز قتل کے اور کچھ نہیں۔ اس لئے جناب مسیح بن مریم نازل ہو کر دجّال مدعیٔ نبوّت کو قتل فرمائیں گے۔ اور اُن لوگوں سے جو مدّعی نبوّت کا ساتھ دیں گے۔ انہیں سے امام مہدی اُکر قتال کریں گے۔

(تمام شُد)

بقیہ روزے کا زندگی پر اثر

(صفحہ [illegible] سے آگے)

اُلٹا نقصان ہوتا ہے۔ مثلاً غور کیجئے کہ خوردنوش سے غائت بدن میں صالح خون کی پیدائش ہے۔ مگر خون کب پیدا ہوگا، جب اصول خوراک پر عمل کیا جائے۔ بے اصولی اور ضابطہ کی خلاف ورزی سے یقیناً نقصان ہوگا۔ ایک شخص بہترین غذا کھا رہا ہے مگر اپنے احمق پن کی وجہ سے ہلاک جان زہر، سنکھیا وغیرہ بھی کھانے میں ملا لیتا ہے۔ اور یا یہ کہ کھانے کے اندر تو کوئی متضاد چیز نہیں ملاتا، مگر جب کھانے سے فارغ ہوا فوراً منہ میں اُنگلی ڈال کر قے کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے ایسے شخص کو عمدہ سے عمدہ خوراک بھی کوئی نفع نہ دے گی۔ اب اگر کوئی اس قسم کا پاگل ڈھنڈورا پیٹتا پھرے کہ یہ غلط ہے کہ خوراک سے خون پیدا ہوتا ہے میں نفیس سے نفیس غذائیں استعمال کر چکا ہوں۔ خون تو خاک پیدا ہوتا۔ میری تو ان غذاؤں سے اُلٹی جان نکل رہی ہے۔ حقیقتاً اس شخص کی طرح اگر کوئی دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قرآن مجید سنتا ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ کچھ وہ کام بھی کر رہا ہے۔ جو صیام اور قیام کے منافی ہیں۔ تو ایسا شخص روزے کے اس اعلیٰ مقصد یقیناً نامراد ہی رہے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے:۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ صِیَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاءُ وَکَمْ مِنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَهٗ مِنْ قِیَامِهٖ اِلَّا السَّهْرُ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے ہی روزہ دار ہیں کہ روزوں میں سوائے پیاس کے کچھ نہیں ملتا۔ اور کتنے رات کو جاگنے والے ہیں۔ جنہیں سوائے بیداری کے کچھ نہیں حاصل ہوتا۔

اس مفہوم کو ایک دوسری حدیث میں واضح کیا گیا ہے:۔

من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ۔

جو شخص جھوٹی بات اور جھوٹ پر عمل کو نہیں چھوڑتا، اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

یہ احمق تو ایسے ہیں۔ گویا غذا کے اندر ہی زہر ملا گئے۔ اور دوسری شکل یہ ہے کہ صیام اور قیام کے دوران میں تو کوئی منافی کام نہیں کیا۔ مگر جب ماہ مبارک اختتام پذیر ہوا تو اس عمدہ غذا کو کھا کر قے کرنے والے احمق کی طرح عین عید ہی کے دن سے تقویٰ کے پیدا کرنے والی غذا کو گانے بجانے، سینما، تھیٹر اور ۴۴

بیہودہ گوئی کے ذریعہ قے کرنا شروع کر دیا۔

اب ظاہر ہے کہ ان حرکتوں کے ہوتے ہوئے ہم روزہ کے اس اعلیٰ مقصد کو نہیں پا سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں روزہ کی ظاہری و باطنی، حقیقی، معنوی ہر قسم کے فوائد سے مستفید ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

بقیہ آرٹیکل

(صفحہ ۳ سے آگے)

اس طریقہ سے ملک میں صنعت و حرفت کو رواج دے۔

ہمارے عوام کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو صرف مروجہ تعلیم ہی دلانے کے لیے کوشاں نہ ہوں موجودہ حالات کا جائزہ لیتے ہوئے کم از کم اپنے ذرائع ہی سے انھیں صنعتی تعلیم دلائیں۔ وہ لوگ جو خود فی الحال صنعتی یا تجارتی کاروبار کرتے ہیں اُن کے لئے تو لازمی ہے کہ اپنے ہی کاروبار کے اندر اپنے بچوں کو جگہ دیں۔ ایک طرف ان کا اپنا مستقبل محفوظ ہو جائے گا۔ اور دوسری جانب غیر فنی تعلیم یافتہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ نہ ہوگا۔

(بقیہ حکام کے اعمال کا محاسبہ صفحہ [illegible] سے آگے)

بات آسانی ہی تو ہے جو ہمارے اور ادائیگی فرض کے درمیان حائل ہو رہی ہے۔ تہذیب مغرب کی چمک دمک سے ان کی آنکھیں خیرہ ہو رہی ہیں۔ وہ ہر اُس برائی کو اپنا لینے میں سب سے آگے دوڑ رہے ہیں، جسے اہل یورپ خود برا سمجھ کر چھوڑ رہے ہیں۔ جس ملک کے لیڈر خواب خرگوش میں مست ہوں، قوم کو اپنے حال پر چھوڑ کر اقتدار کی کرسیوں کے لئے دست و گریباں ہوں، اُس ملک کے افراد کو چاہیئے کہ وہ اپنے مستقبل کے لئے سر جوڑ کر سوچیں۔ قوم کی تنظیم، پاک سرزمین کو دشمنوں کی دست برد سے بچانے اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کی حکمرانی سے نجات دلانے کے لئے میدان میں سر سے کفن باندھ کر کود پڑیں۔

وما توفیقی الا باللہ

بقیہ بچوں کا صفحہ

(صفحہ ۱۹ سے آگے)

بارہ برس تک مسلسل آستانہ نبوت پر مقیم رہے۔ ایسی خدمت کی کہ کسی خادم نے نہ کی ہوگی۔ زندگی بھر حضورؐ کی محبت میں سرشار رہے۔ حتیٰ کہ انجام بھی اسی محبت کی بنا پر ہوا۔ وہ بھی سن لیجئے۔ جنگ اُحد میں حضورؐ کو چوٹیں آئیں اور دو دندان مبارک بھی شہید ہو گئے۔ کسی نے یونہی مشہور کر دیا کہ حضورؐ شہید ہو گئے اس خبر نے مسلمانوں میں چاروں طرف سراسیمگی پیدا کر دی۔ ہر طرف پریشانی و گھبراہٹ کے آثار رونما ہو گئے۔ مدینہ کے بے شمار لوگ شہر سے باہر آ گئے۔ جب یہ خبر حضرت انسؓ تک پہنچی تو انہوں نے تلوار سنبھالی اور میدان جنگ کی طرف یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ جن کے لئے جیتے تھے وہی نہ رہے تو پھر جینے سے کیا فائدہ۔ کفار کے مجمع میں گھس گئے اور خبر نہیں کتنوں کو تہ تیغ کیا۔ اور باہر نہیں نکلے بلکہ وہیں شہادت پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ تھا خدمت کا اصلی اور حقیقی حق جو حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ادا کیا۔

پیارے بچو! حضورؐ اس جہان سے تشریف لے جا چکے ہیں اس لئے ہم اُن کی معنوی خدمت یعنی اُن کی تابعداری اور اُن کے احکام کی بجا آوری ہی کر سکتے ہیں۔ اگر ہم یہ پوری طرح سے کریں۔ تب بھی اُن کے خادم کہلانے کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔

آیئے اس مبارک مہینہ میں عہد کریں کہ ہماری زندگی کا اولین مقصد حضورؐ ہی کا اتباع اور حکم برداری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا قولاً و فعلاً کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

بچوں کا صفحہ

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

دو بچے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

(از ۔ سید مشتاق حسین صاحب بخاری)

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے حضورؐ کا ہر صحابیؓ آپؐ کی خدمت بجا لانے کو فخر و خوشی محسوس کرتا اور اُن میں سے ہر ایک آپؐ کا خادم ہی کہلانے کا شائق تھا۔ لیکن خصوصی طور پر دو بچے آپؐ کے خادم تھے۔ چونکہ اُن کی آپؐ سے محبت، خدمت اطاعت گزاری حد سے بڑھی ہوئی تھی۔ لہٰذا اُن کے مختصر حالاتِ زندگی ہم تمہیں سُناتے ہیں۔ تاکہ یہ واضح ہو کہ حضورؐ سے کس قدر محبت اور اُنس کی ضرورت ہے اور وہ بچے فی الواقعہ کس قدر محبت کرتے تھے۔ اُن میں سے پہلے بچے کا نام حضرت زیدؓ بن حارثہؓ تھا۔ یہ بچپن میں سفر کر رہے تھے۔ کہ ان کے قافلہ پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ان کو گرفتار کر لیا۔ بعد میں مکہ میں لا کر ان کو فروخت کر دیا گیا۔ ان کی خوش قسمتی کہ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے نے انہیں خریدا اور بعد میں اپنی پھوپھی کو دے دیا۔ جب حضورؐ کا عقد حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو انہوں نے اس بچہ کو حضورؐ کی نذر کر دیا اور یہ آپ کی خدمت میں رہنے لگے۔

اِدھر حضرت زیدؓ کے والدین ان کے لئے روتے رہتے تھے اور تلاش میں سرگردان تھے۔ ایک دفعہ چند رشتہ دار مکہ بغرضِ تجارت آئے اور زیدؓ کو وہاں پایا اور اُنہیں بتایا کہ ان کے والدین کس قدر بے چین اور بے قرار ہیں۔ حضرت زید کو حضورؐ جیسے آقا کی خدمت میں رہتے ہوئے والدین کی جُدائی کا کیا غم؟ بڑی استغنائی سے چند شعر لکھ کر بھیج دئے جن میں والدین کو کہا گیا تھا۔ کہ آپ صدمہ نہ کریں۔ میں بڑے نیک اور شریف لوگوں کی خدمت میں ہوں اور بے حد خوش ہوں۔ یہ رقعہ دیکھ کر حضرت زیدؓ کے والد اور چچا بہت سا روپیہ لے کر مکہ روانہ ہو گئے اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ آپؐ قریش کے سردار ہیں۔ آپ ہم سے روپیہ لے لیجئے اور ہمارے بچے کو آزاد کر دیجئے حضورؐ فرمانے لگے۔ تم لوگ زیدؓ سے دریافت کر لو۔ اگر وہ تمہارے ساتھ چلنے کو راضی ہو تو مجھے تم لوگوں سے روپیہ کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ میں آزاد کر دوں گا۔ اور اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں اُسے مجبور بھی نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ حیران ہو گئے۔ کہ حضورؐ بلا قیمت آزاد کرنے کو تیار ہیں۔ زیدؓ سے دریافت کیا گیا تو وہ بولے :۔ "کیا میں حضورؐ کی خدمت سے چلا جاؤں؟ ماں باپ میرے آگے حضورؐ کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ حضورؐ پر ماں باپ کو کیا سارے قبیلہ کو قربان کر سکتا ہوں" والدین دریافت کرنے لگے۔ کہ زیدؓ تم غلامی کو اچھا سمجھتے ہو؟ تو کہنے لگے حضورؐ کی غلامی لاکھوں آزدیوں سے بہتر ہے۔ آپؐ سے زیادہ دُنیا میں مجھے کوئی چیز عزیز نہیں۔ بچے کے مُنہ سے یہ لفظ سُن کر خود حضورؐ دنگ رہ گئے اور پیار سے گود میں بٹھا لیا۔ اور فرمایا " آج سے زیدؓ ہمارا بیٹا ہے "

جب ان کے چچا اور والد نے یہ منظر دیکھا تو بے حد خوش ہوئے اور اپنی رضامندی سے ہی انہیں چھوڑ کر چلے گئے۔

پیارے بچو! ہم سب مسلمان کہلاتے ہیں۔ لیکن حقیقی طور پر ہم اُسی وقت ہی مسلمان کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں جب ہم حضورؐ کو اپنے تمام اقارب، رشتہ دار، حتیٰ کہ والدین سے بھی زیادہ محبوب و عزیز سمجھیں۔ حضرت زیدؓ کی زندگی ہمارے لئے چراغ راہ ہے اور اس کسوٹی پر خود کو پرکھ سکتے ہیں۔ حضرت زیدؓ کو اسی غلامی سے وہ شرف حاصل ہوا جو حضورؐ کے بڑے سے بڑے صحابیؓ کو بھی نہیں ملا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے پیارے نام کا قرآن پاک میں ذکر فرمایا۔

دُوسرے صحابی اور خادم حضرت انسؓ بن مالک تھے۔ یہ اپنی عمر کے دسویں سال حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت زیدؓ کی طرح انہیں بھی لالچ اور خوف دلائے گئے۔ لیکن اُنہوں نے حضورؐ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اگرچہ ان کے عزیز اقارب، رشتہ دار، بھائی بہن سب ان سے الگ ہو گئے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

—— کراچی - ۲۳ اپریل - ایک سرکاری ترجمان نے بتایا ہے کہ پاکستان عالمی عدالت میں بھارت اور پرتگال کے تنازعہ میں پرتگال کا ساتھ دے گا۔

—— ڈھاکہ - ۲۴ اپریل - حکومت مشرقی پاکستان نے عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل علیحدہ کرنے کی سکیم منظور کر لی ہے۔

—— کراچی - ۲۵ اپریل - وزارتِ قانون نے انتخابی اصلاحات کمیشن کی رپورٹ شائع کر دی ہے - کمیشن نے بہت سی مفید سفارشات کی ہیں۔

—— کراچی - ۲۵ اپریل - دفتر خارجہ کے ایک ترجمان نے آج مستقبل قریب میں صدر پاکستان سکندر مرزا اور افغانستان کے شاہ ظاہر شاہ کی ملاقات کا امکان ظاہر کیا۔

—— لاہور - ۲۵ اپریل - آج صبح کالا شاہ کاکو کے نزدیک ڈسٹرکٹ ٹرانسپورٹ کی ایک لاری کو خوفناک حادثہ پیش آیا جس میں دو افراد ہلاک اور بیس زخمی ہوئے۔

—— کراچی - ۲۶ اپریل - حکومت پاکستان کے امور کشمیر کے مشیر مسٹر طوبین محمد حفاظتی کونسل میں کشمیر کا مسئلہ دوبارہ پیش کرنے کے لئے آج عازم نیویارک ہو گئے۔ مسئلہ کشمیر سلامتی کونسل کے ایجنڈے میں شامل ہے۔

—— کراچی - ۲۸ اپریل - وزیر اعظم مسٹر محمد علی نے کراچی سے ڈھاکہ پہنچ کر بتایا ہے کہ الیکشن کمیشن ایک مہینہ کے اندر اندر مقرر کر دیا جائے گا۔

—— کراچی - ۲۸ اپریل - آج یہاں سرکاری طور پر بتایا گیا ہے۔ کہ افغانستان کے شاہ ظاہر شاہ کی طرف سے صدر سکندر مرزا کو کابل آنے کی رسمی دعوت ابھی تک موصول نہیں ہوئی۔

—— نئی دہلی - ۲۶ اپریل - کشمیر پولیٹیکل کانفرنس کی مرکزی کمیٹی کے زیر اہتمام ایک عام جلسے میں حق خود اختیاری کے حصول کے لئے جدوجہد جاری رکھنے کا عہد کیا گیا ہے۔

—— نئی دہلی - ۲۷ اپریل - سرکاری طور پر اعلان کیا گیا - کہ شیخ عبداللہ کی میعاد نظر بندی میں مزید چھ ماہ کی توسیع کر دی گئی ہے۔

—— قاہرہ - ۲۸ اپریل - روس کے بنے ہوئے سرنگیں صاف کرنے والے کچھ جہاز اسکندریہ پہنچ گئے۔

—— واشنگٹن - ۲۸ اپریل - معلوم ہوا ہے کہ اگلے سال امریکہ پاکستان کو پہلے سے زیادہ امداد دے گا۔

—— الجزائر - ۲۸ اپریل - فرانسیسی فوجیوں نے آج اٹھارہ قوم پرستوں کے ایک گروہ کو ہلاک کر دیا۔

—— لاہور - ۲۹ اپریل - مغربی پاکستان کے وزیر صنعت قاضی فضل اللہ نے آج یہاں ملکی صنعت کاروں سے اپیل کی کہ وہ بہتر قسم کی اشیاء تیار کر کے انہیں سستے داموں فروخت کریں

—— نئی دہلی - ۲۳ اپریل - معلوم ہوا ہے کہ بھارتی حکومت اس سال امریکہ سے مزید اناج حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔

—— قاہرہ - ۲۳ اپریل - مصر - سعودی عرب اور یمن نے جس فوجی معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ آج اس کی تفصیلات کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

—— نئی دہلی - ۲۳ اپریل - بھارتی وزیر اعظم کے پارلیمانی سیکرٹری نے آج لوک سبھا میں بتایا کہ بھارت کو اب تک سٹیو کے کسی رکن کی طرف سے کشمیر کے متعلق اپنے احتجاج کا جواب موصول نہیں ہوا۔

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا)